38

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

23تا29 ربیع الثانی 1448ھ / 6تا12 اکتوبر 2026ء

اس شمارے میں

تنظیم اسلامی اور ملکی سیاست

خدمت خلق کا حقیقی تصور اور مغربیت کا تضاد

اقوام متحدہ کا جنرل اسمبلی کا اجلاس اور بڑھتی ہوئی دہشت گردی

اے اللہ، پاکستان کی حفاظت فرما!

......راکھ کا ڈھیر

امریکی مصنفہ کا مسلمان خواتین کے نام خط

ایمان اور اُمید

مومن کو جن ذرائع سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، ان میں سے ایک کا نام اُمید ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو زندگی کی شب تاریک کو منور کرتا ہے اور زندگی کی خوفناک اور پر پیچ گزرگاہوں میں انسان کو عمل کی صاف سیدھی شاہراہ دکھاتا ہے۔ شجر زندگی کو اس سے بالیدگی ملتی ہے۔ تمدن کا عظیم الشان قلعہ اپنی تعمیر کے لیے اس کا مرہون منت ہے اور اسی کی بدولت سعادت وخوش بختی کا مزہ قائم رہتا ہے۔

اُمید انسان میں عمل کا داعیہ پیدا کرتی ہے اور مداومت عمل پر اسے ابھارتی ہے۔ کاہل کو چست اور پست کو اور زیادہ سرگرم عمل بنا دینا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسان کو جو چیز دن رات کھیت میں خون پسینہ ایک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ اچھی فصل کی اُمید ہے۔ تاجر خطرناک سفر اختیار کرتا ہے تو نفع کی اُمید پر۔ طالب علم کبھی محنت نہ کرتا اگر اسے کامیابی کی اُمید نہ ہوتی۔ ایک سپاہی اگر شجاعت وجوانمردی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا محرک فتح وظفر مندی کی اُمید کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ مریض کڑوی کسیلی دوائیں خوشی خوشی کھالیتا ہے تو اس کی وجہ بھی صحت یاب ہونے کی اُمید ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک بندۂ مومن اگر خواہش نفس کی مخالفت اور اپنے پروردگار کی ہر حالت میں اطاعت کرتا ہے تو اس عمل کے پیچھے بھی یہ اُمید ہی کارفرما ہوتی ہے کہ اسے اپنے پروردگار (اور اُس کے رسول ﷺ) کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اور وہ اس کے انعامات فراواں کا مستحق ٹھہرے گا۔

جس طرح یاس اور کفر لازم وملزوم ہیں اسی طرح اُمید اور ایمان بھی متلازم ہیں' چنانچہ ایک ایماندار سب سے زیادہ پراُمید ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان نام ہی اُس اعلیٰ اور عظیم طاقت کو تسلیم کرنے کا ہے جو اس کائنات کا انتظام کر رہی ہے' جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور جو کسی کام سے عاجز نہیں۔ ایسی ہستی کو ماننے والا' جو ہر مجبور و مضطر کی پکار سنتی ہے' جواب دیتی اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے' ناامید کیسے ہوسکتا ہے۔

علامہ یوسف القرضاویؒ
ایمان اور زندگی

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

قیامت کی وحشت سے بچاؤ کا سامان کرو اور دھوکے میں نہ پڑو

سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیت:33

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ
اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

آیت:۳۳ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ﴾ ”اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو اور ڈرو اُس دن سے جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہیں آئے گا“

﴿وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ﴾ ”اور نہ ہی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔“

باپ اور بیٹے کے حوالے سے قریب ترین رشتے کا ذکر کر کے گویا اس سے نچلے درجوں کے تمام رشتوں اور تعلقات کے بارے میں واضح کر دیا گیا کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔

﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫﴾ ”یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے‘ تو (دیکھو!) تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے دُنیا کی زندگی۔“

ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کی زندگی کی زیب و زینت پر ریجھ کر اصل زندگی کو بھول جاؤ۔

﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝﴾ ”اور (دیکھنا!) تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اللہ کے حوالے سے وہ بڑا دھوکے باز۔“

اللہ کے بارے میں انسان کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے شیطان طرح طرح کے حربے آزماتا ہے۔ بعض اوقات وہ انسان سے کہتا ہے کہ اللہ بڑا غفار ہے‘ اس کی رحمت اور مغفرت بہت وسیع ہے‘ تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو‘ کاہے کو توبہ کا سوچتے ہو؟ اگر آج تمہیں موقع ملا ہے تو جی بھر کر عیش کر لو پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ رہا بخشش کا مسئلہ تو اس کی فکر نہ کرو‘ اللہ بڑے بڑے گنہگاروں کو بھی بخش دے گا۔

درس حدیث

جنت کی ضمانت

عَنْ عُبَادَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اُضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ)) (رواہ ابن حبان والحاکم)

حضرت عبادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (1) جب بات کرو تو سچ بولو (2) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (3) جب تمہیں امین بنایا جائے تو اس (امانت) کا حق ادا کرو (4) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (5) اپنی نظریں نیچی رکھا کرو (6) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔“

تشریح: یہ سب ایمان کی خوبیاں ہیں جو بندۂ مومن میں پیدا ہونی چاہئیں اور یہ ان صفات میں سے بعض ہیں جن کو قرآن مجید عمل صالح قرار دیتا ہے جو اللہ کے ہاں ایمان کے ساتھ مل کر نجات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 ربیع الثانی 1448ھ — جلد 35
6 تا 12 اکتوبر 2026ء — شمارہ 38

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سنگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 1,200 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادا ریہ

رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنظیم اسلامی اور ملکی سیاست

تنظیم اسلامی حکومت سمیت تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں، ریاستی اداروں اور عوام کے عمومی مزاج و فیصلوں پر تبصرہ کرتی ہے اور نصح و خیر خواہی کے جذبہ کے تحت مشورہ بھی دیتی ہے۔ سیاست ہمارے دین کا حصّہ ہے۔ اسلام دین ہے، مذہب (religion) نہیں۔ دینِ متین میں جہاں انفرادی سطح کے معاملات پر رہنمائی دی گئی ہے وہیں اجتماعی سطح کے معاملات بشمول سیاست کے حوالے سے بھی رہنمائی موجود ہے۔ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور اُس کی جگہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کی پُرامن اور غیر مسلح انقلابی جدوجہد کے قائل ہونے اور اُس کی کوشش کرنے کے ناطے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ تنظیم اسلامی کے سیاسی تبصروں اور عام سیاسی تجزیہ کاروں میں واضح فرق رہے۔ ہم جذبات میں گم نہ ہو جائیں، ہم اپنے تجزیوں میں سطحی باتوں میں نہ کھو جائیں۔ باطل نظام سے فائدہ اُٹھانے اور اُس کے زیرِ سایہ پروان چڑھنے، دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے، کبھی مار کھانے تو کبھی خود مارنے اور نظام کو بدلنے کی بجائے اُسے چلانے کی داعی سیاسی جماعتوں کی کنویسنگ (canvassing) نہ کریں۔ ہمارے سیاسی تبصروں میں وقار اور مقصدیت ہر حال میں پیشِ نظر رہے۔ ہم عدل کے پیمانے کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ملکی و ملی مفاد کے حوالے سے بھی تبصرہ کریں۔ ہم حتی الامکان اصولی، عادلانہ اور حق بات کہنے کی سعی کریں۔ ہر قسم کے تعصب اور طرف داری سے اجتناب کریں۔ حق بات ضرور کہی جائے لیکن اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ نیت و ارادہ بھی برحق ہو اور بات کا انداز بھی شائستہ و برموقع ہو۔ دوسری طرف ہر غلط قدم یا فیصلہ پر تنقید کی جائے لیکن تنقید میں بھی انداز تعمیری ہو اور کسی کی طرف داری نہ کی جائے۔ سب کے غلط فیصلوں پر تنقید کی جائے۔ تنقید میں بھی دینی وقار و اخلاق کی پاسداری انتہائی ضروری ہے۔ بدکلامی، اشتعال انگیز رویہ اور خواہ مخواہ کی محاذ آرائی کا رویہ انتہائی نقصان دہ ہوتا ہے۔ سادہ الفاظ میں ہمارے سیاسی تبصروں میں مفاد پرست سیاست دانوں کی سرپھٹول کا عکس نظر نہ آئے اور نہ ہی یہ ہمارا مطمحِ نظر ہے۔ بقول بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہر ذی شعور انسان سیاسی بصیرت ضرور رکھتا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے جرائد میں مختلف زاویوں سے تحریر کی گئی سیاسی آراء کو بھی شامل کرتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ ادارہ اُن آراء سے متفق ہو۔ سنجیدہ اور باشعور (mature) معاشروں میں اختلافِ رائے، تفرقہ تک نہیں پہنچا کرتا! ہمارے تبصروں میں یہ بات خاص طور پر پیشِ نظر رہے کہ غلبۂ دین کی جدوجہد ہمارا ہدف ہے اور قیامِ پاکستان درحقیقت اس منزل کا پہلا نشان ہے۔ پھر یہ کہ اقامتِ دین کی جدوجہد بھی ہمارا ہدف تو ہے نصب العین نہیں۔ نصب العین تو ہر مسلمان کا یہی ہونا چاہیے کہ اللہ راضی ہو جائے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے نجات حاصل ہو جائے۔ یہی اصل کامیابی ہے۔ مختصر یہ کہ تنظیم اسلامی 'نظری سیاست' اور عملی میدان میں 'غیر مسلح، پُرامن انقلابی جدوجہد' کی قائل ہے۔ پاکستان میں نظام کی تبدیلی کے لیے عملی میدان میں بیلٹ اور بلٹ کے ہم قائل نہیں۔ ہمارے نزدیک بیلٹ کا راستہ (انتخابی سیاست) سے تو صرف چہرے بدلتے ہیں نظام نہیں، اور بلٹ کا راستہ

پاکستان کے معروضی حالات اور مسلمانوں کے ملک ہونے کے باعث قابل عمل نہیں بلکہ فساد کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب تک اسلامی انقلاب برپا نہیں ہو جاتا، حکومت اور ریاست تو بہر حال چلے گی اور چلانے کے راستے جمہوریت، آمریت یا بادشاہت ہیں۔ ہمارے نزدیک اسلامی انقلاب آنے سے قبل آمریت اور بادشاہت دونوں کے مقابلے میں (لنگڑی لولی ہی سہی) جمہوریت بہرحال کم تر برائی (lesser evil) ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ عوام کے حقوق کا ہر حال میں تحفظ کیا جائے اور کسی سیاسی جماعت یا اُس کے حامیوں اور ووٹرز، سپورٹرز پر جبر نہ ہو۔ ہم ہر فورم پر ہر ایسے جبر کے خلاف آواز اُٹھاتے رہے ہیں اور اُٹھاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ! آئین وقانون کے مطابق صاف، شفاف اور غیر جانب دار انتخابات کا انعقاد ہو اور انتخابات کے نتیجے میں سامنے آنے والی عوام کی رائے کا احترام کیا جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ تنظیم اسلامی پُرامن، غیر مسلح اسلامی انقلاب کو برپا کرنے کے لیے اپنے اصولی موقف اور منہج پر قائم ہے اور رہے گی۔ اس حوالے سے کسی اور موقع پر بات کریں گے۔ ان شاء اللہ!

قصہ کوتاہ موجودہ فرسودہ نظام کی بربادی اور تباہی بالکل واضح ہو چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آزادی سے پہلے جب ہم مکمل طور پر انگریزوں کے غلام تھے۔ اُس وقت سیاسی لحاظ سے مسلمان ایسے شکنجے میں تھے کہ دم نہیں مار سکتے تھے۔ لیکن 'آزادی' کے 79 برس بعد بھی ہم سیاسی حوالے سے اپنے قیام کی بنیاد یعنی اسلام کو بحیثیت نظام نافذ نہیں کر پائے۔ مغرب کا سیکولر جمہوری طرزِ حکومت آج تک رائج الوقت ہے، لیکن دنیا کے مختلف ممالک نے اپنے حالات، ماحول، جغرافیائی ہیئت اور اپنی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرزِ حکومت کو اپنی ضروریات کے تحت ڈھال کر اپنایا ہے۔ برطانیہ میں پارلیمانی نظام ہے۔ یورپ میں کہیں متناسب نمائندگی ہے، کہیں صدر اور وزیر اعظم دونوں موجود ہیں اور اختیارات کی ایک خاص تقسیم ہے اور کہیں امریکہ کی طرح خالص صدارتی نظام ہے۔ چین اور روس بھی جمہوریت کے دعوے دار ہیں، اگرچہ وہاں پر شہری حکومت سازی کے لیے ووٹ نہیں دے سکتے، صرف پارٹی کے ارکان ووٹ ڈالتے ہیں۔ لہٰذا روس کے صدر ولادیمیر پیوٹن 2036ء تک صدر رہیں گے اور چین کے صدر شی جن پنگ تاحیات صدر رہیں۔

ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے آزادی کے بعد نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے سابق حکمرانوں کی طرح پارلیمانی جمہوری طرزِ حکومت کا ڈول ڈال دیا۔ اگرچہ یہی غلطی بھارت نے بھی کی لیکن بعض وجوہات کی بناء پر اُنہیں یہ غلطی ابتدا میں اتنی مہنگی نہ پڑی۔ اولاً اس لیے کہ اُنہوں نے آزادی کے فوراً بعد جمہوریت دشمن جاگیرداری نظام کی جڑ کاٹ دی۔ ثانیاً یہ کہ جس طرزِ حکومت کو اُنہوں نے اپنایا یعنی جمہوریت وہ کسی حد تک اس کے ساتھ مخلص رہے۔ پھر یہ کہ بھارت کے سیاست دان بھاگ بھاگ کر جی ایچ کیو نہیں جاتے کہ مخالف سیاست دانوں کی شکایتیں لگائیں اور نہ ہی اُن کی فوج "پیارے ہم وطنو" کہنے کے لیے تیار بیٹھی ہوتی ہے۔ ثالثاً یہ کہ ہندو کے پاس اپنا کوئی نظام نہیں تھا، اُسے کہیں نہ کہیں سے تو نظام مستعار لینا ہی تھا، لہٰذا سکہ رائج الوقت کو اپنے ہاں نافذ کر لیا جس سے اُنہیں دنیا کی مدد بھی دستیاب ہو گئی۔ تاہم بھارت بھی اب بی جے پی اور آر ایس ایس کے ہاتھ آ چکا ہے۔ بہرحال ہمارا معاملہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن کی بھی نہ سنی جنہیں ہم مصورِ پاکستان کہتے ہیں۔ جو اس دارِ فانی سے کوچ کرنے سے پہلے کہہ گئے۔ ؎

"خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی"

مزے کی بات یہ ہے کہ جمہوریت پر ایمان کے جتنے نعرے ہمارے سیاست دانوں نے لگائے، یورپ اور امریکہ میں کسی نے نہیں لگائے ہوں گے۔ "جمہوریت ہماری سیاست ہے"، "جمہوریت بہترین انتقام ہے"، "صاف چلی، شفاف چلی"۔ ہمارے ہاں کسی چور ڈاکو بلکہ زانی اور قاتل کو اتنا قابلِ مذمت نہیں سمجھا جاتا جتنا جمہوریت کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سمجھا جاتا ہے۔ اور اب جمہوریت کے نام پر مملکتِ خداداد پاکستان پر ہائبرڈ نظام نافذ ہے اور اپوزیشن جس کی ایک صوبہ میں حکومت بھی ہے کسی سے کم نہیں۔ ہر طرف جبر اور افراتفری کی فضا ہے۔ اللہ رحم کرے!

آہ! یہ اس قوم کا حال ہے جسے قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کی صورت میں مکمل نظامِ حیات عطا کیا گیا۔ بلاتشبیہ عرض کئے دیتے ہیں اُس شخص کو کیا کہیے گا جو اپنے ہیرے، جواہرات کی کان کو تالا لگا دے، جو اپنے گھر کے نیچے بہتی دودھ اور شہد کی نہروں سے منہ پھیر لے اور کشکول پکڑے، گداگری کے لیے دوسروں کے در پر رسوا ہوتا رہے۔ کیا کہیں گے اُس شخص کو جو روشنی کے مینار کی طرف پشت کر لے اور تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہا ہو۔ دریا کے کنارے اگر کوئی پیاسا رہے تو کوئی اسے کیسے سیراب کرے گا؟ کب تک ہم حالات کا رونا روئیں گے، کب تک ہم نوحے پڑھتے رہیں گے، کب تک محض لعن طعن پر گزارا کریں گے، کب تک محض خاموش تماشائی بنے رہیں گے۔ کب تک ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہیں گے۔ کب تک آسائشیں ہمارا دامن تھام کر ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے سے روکتی رہیں گی۔ کب تک ہم اس دقیانوسی نظام تلے پستے رہیں گے۔ کب تک ہم دینِ متین کے قیام کے لیے میدان میں اترنے سے کتراتے رہیں گے۔ اور کب تک ہماری غیرت وحمیت پرچے کے تکتے رہیں گے۔ کب تک سودی قرض کے نشے میں ہم مدہوش رہیں گے۔ کب تک قدرت صَرفِ نظر کرتی رہے گی، کب تک بکرے کی ماں خیر منائے گی!

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حکومت، ریاستی اداروں، اپوزیشن، علماء، عوام سب کو، ہر پاکستانی کو صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خدمتِ خلق کا حقیقی تصور اور مغربیت کا تضاد

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 25 ستمبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

اسلام دینِ فطرت ہے جو انسانیت کی فلاح، خدمت اور بھلائی کی جس قدر تعلیم دیتا ہے اور جس قدر خیر کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے، کسی اور مذہب یا انسانی عقل کی بنیاد پر بنائے گئے نظاموں میں اس کا تصور بھی نہیں مل سکتا۔ مگر آج مغرب سے مرعوبیت اور غلامانہ ذہنیت اس قدر پروان چڑھ چکی ہے کہ ہماری عظیم اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ سوشل ویلفیئر یا خدمتِ خلق کا تصور مغرب سے آیا ہے۔ اسی غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے آج یہ سلوگن بھی ہمارے معاشرے میں عام ہو رہا ہے کہ:

"Humanity is my religion."

آج ہم بھی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مخلوق کے کام آنا، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا، انسانوں سے اچھا برتاؤ کرنا، انسانوں کی خدمت کرنا ہی اصل دین ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ گویا کہ اسلام کو دین ماننے میں ہمیں شرم آتی ہے۔ وہ رب جو تمام جہانوں کا خالق اور مالک ہے، جس نے انسان کو پیدا کیا، اُسی نے انسانوں کے لیے دین اسلام عطا کیا، اُس سے بہتر کون جانتا ہے کہ انسانوں کے لیے بھلائی کس میں ہے اور دین کے تقاضے کیا ہیں؟ اللہ کے آخری رسول ﷺ، جو رحمت اللعالمین ہیں، آپ ﷺ سے بڑھ کر کون انسانوں کا خیر خواہ ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے جس دین کی تعلیم دی، اُس سے بڑھ کر کونسا دین انسانوں کے لیے بہتر ہوسکتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے کہ انسان کو اللہ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، انسان کی اصل فلاح اُخروی کامیابی میں ہے۔ آخرت کی تیاری کے لیے اسے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ (گویا دنیا کی زندگی ایک امتحان ہے) لہٰذا وہ حقوق جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں وہی انسانیت کی فلاح اور حقیقی کامیابی کے ضامن ہیں۔ مادر پدر آزادی والے حقوق جن کا تصور مغرب سے آتا ہے، کبھی انسانیت کی فلاح کے ضامن نہیں ہوسکتے۔ ان تصورات کی وضاحت کے لیے آج ہم ان شاء اللہ دو احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں گے۔ پہلی حدیث جامع ترمذی سمیت حدیث کی کئی کتب میں موجود ہے۔ اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بقول نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ!)) ''اے میرے صحابہؓ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟''

صحابہؓ نے حضورؐ کے سامنے بات رکھی:

مرتب: ابوابراھیم

((الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ)) ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو مفلس اس کو سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو، مال و دولت، ساز و سامان نہ ہو۔''

((فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا ، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا)) ''فرمایا: میری اُمت کا مفلس وہ ہوگا جو روزِ قیامت اس حالت میں آئے گا کہ اس نے بہت سی نمازیں ادا کی ہوں گی، روزے رکھے ہوں گے، زکوٰۃ ادا کی ہوگی مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا۔

اب دیکھئے یہاں جو بات آرہی ہے، اس میں دین کا ویژن کلیئر ہو جاتا ہے کہ یہ کس طرح کا تصورِ حیات دیتا ہے اور انسانی زندگی میں ترجیحات کیا ہونی چاہئیں۔ مادہ پرستانہ سوچ رکھنے والا یہی کہتا ہے کہ مال و دولت، جائیداد وغیرہ ہے تو عزت ہے، اگر یہ نہیں ہے تو مفلس ہے۔ لیکن اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ اصل مفلس وہ ہوگا جو روزِ قیامت اس حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ اس نے بہت سی عبادات کی ہوں گی مگر ساتھ حقوق العباد کا خیال نہ رکھا ہوگا۔ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا دل دکھایا ہوگا، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا۔ آج ہم دیندار اُس شخص کو کہتے ہیں جو نماز، روزہ کا اہتمام کرتا ہے، چاہے وہ شراب بھی پیتا ہو، جوا بھی کھیلتا ہو، رقص و سرور کی محفلوں میں بھی جاتا ہو، سود خوری بھی کرتا ہو، رشوت خوری بھی کرتا ہو لیکن نماز پڑھتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نمازی ہے۔ حالانکہ نماز عبادات میں سے ایک اہم ترین عبادت ضرور ہے لیکن اللہ کی عبادت یعنی بندگی، مسجد کے باہر بھی اُتنی ہی لازم ہے جتنی مسجد کے اندر لازم ہے۔

آج ہم نے عبادات کو صرف مسجد تک محدود سمجھ لیا ہے۔ باہر نکل کر ہم کتنے لوگوں کی دل آزاری کرتے ہیں، کتنی گالیاں دی جاتی ہیں اور سوشل میڈیا پر کتنے لوگوں کی عزتیں اچھالی جاتی ہیں، کتنے لوگوں پر بہتان لگائے جاتے ہیں۔ کتنے لوگوں کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے۔ اور تو اور ہمارے ملک میں کرپشن کو روکنے کی ذمہ داری جس ادارے (FBR) کو سونپی گئی ہے، اسی کے چیئرمین کہتے ہیں کہ 13 سو ارب روپے کی کرپشن اس ادارے میں ہوئی ہے۔ باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اعلیٰ سطح پر گویا لوٹ مار کی ریس لگی ہے، دین دشمنوں کے ساتھ ڈیلز ہو رہی ہیں، قوم کو بیچ کر پیسہ کمایا جا رہا ہے۔ عام عوام کا کیا حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے، چوری، ڈاکے، ذخیرہ اندوزی، زمینوں پر قبضے اور ہر طرح کا ظلم اور ناانصافی ہمارے معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔ اس سب کے ساتھ ساتھ اگر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی ہو رہا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا کیونکہ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایسا شخص روز قیامت حقیقی معنوں میں مفلس ہوگا۔ آگے فرمایا:

((وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا)) ”اور کسی کا خون بہایا ہوگا۔“

آج ہمارے شہروں میں کتنی لاشیں گر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ سو سو قتل کا اقرار کرنے والے مجرم آزاد گھوم رہے ہیں۔ ایک ادارے نے کہا ہم نے 6 ہزار ٹارگٹ کلر پکڑے مگر ایک کو بھی سزا نہیں ہوئی۔ خون کی ندیاں بہائی جا رہی ہیں۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک ایک بندے کی جان کتنی قیمتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خانہ کعبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے کعبہ! تو اللہ کی نگاہوں میں کس قدر محترم ہے لیکن اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک مسلمان کی جان تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نگاہوں میں محترم ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں آگے فرمایا:

((وَضَرَبَ هٰذَا)) یا مار پیٹ کی ہوگی۔

آج مار پیٹ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، کرائے کے غنڈے اور بدمعاش گھروں میں گھس کر مار پیٹ کر رہے ہیں، پیچھے کہیں قبضہ مافیا ہوتا ہے، کہیں بگڑے ہوئے نواب زادے معمولی بات پر کسی راہ گیر پر گولی چلا دیتے ہیں۔ اللہ کے دین نے ایسے جرائم کے سدباب کے لیے شرعی سزائیں مقرر کی تھیں تاکہ لوگوں کی جان، مال، عزت اور آبرو محفوظ ہو۔ آج یہ سزائیں نافذ نہیں ہیں تو جان، مال، عزت اور آبرو کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔ آگے فرمایا:

((فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ)) تو (اس کا بدلہ) اس کی نیکیوں میں سے (ہر) اس شخص کو دیا جائے (جس کا حق مارا گیا ہوگا)۔

روز قیامت جب پیشی ہوگی تو ایسے شخص کی نماز، روزہ، زکوٰۃ سمیت جتنی بھی عبادات کی ہوں گی، جتنی بھی نیکیاں کی ہوں گی، ان میں سے ہر اس شخص کو بدلا دیا جائے گا جس کو گالی دی ہوگی، جس پر بہتان لگایا ہوگا، ناحق مار پیٹ کی ہوگی، جس کا مال کھایا ہوگا یا کسی کے ساتھ جو بھی ظلم کیا ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہاں درہم اور دینار بندے کے کام نہیں آئیں گے۔ کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی۔ نہ باپ مدد کے لیے آئے گا، نہ ماں، نہ اولاد اور نہ ہی کوئی دوسرا عزیز۔ ہر بندے نے اپنے اعمال کا حساب خود دینا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝﴾ (مریم)

”اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اُس کے پاس اکیلے اکیلے۔“

وہاں روپیہ پیسہ کام نہیں آئے گا، صرف اعمال کی کرنسی ہی کام آئے گی اور جس کے ساتھ ظلم کیا ہوگا اُس کا بدلہ اپنے اعمال سے دینا ہوگا۔ آگے فرمایا:

((فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ)) ”اور اگر اس پر جو ذمہ ہے اس کی ادائیگی سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈالا جائے گا۔“

یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ دارالجزاء آخرت ہے۔ ہر ایک کے کیے کا بدلہ وہاں ملے گا۔ مظلوموں کی دادرسی کے لیے اللہ تعالیٰ ظالم کے نیک اعمال میں سے بدلہ دلوائے گا اور جب اُس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ اُس پر ڈال دیا جائے گا۔ اس طرح اُس بندے کے کھاتے میں سوائے گناہوں کے کچھ نہ بچے گا جس کے دنیا میں نماز، روزہ تو بہت ہوں گے لیکن ساتھ ساتھ انسانوں کے حقوق پر بھی ڈاکہ ڈالا ہوگا، اس طرح وہ حقیقی معنوں میں مفلس ترین آدمی بن جائے گا۔ آگے فرمایا:

((ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) ”پھر اس کو اٹھا کر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“

یہاں اللہ کا دین ہمیں بتا رہا ہے کہ اللہ کی عبادت بھی ضروری ہے لیکن ساتھ بندوں کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ صرف عبادات کام نہیں آئیں گی اور روز قیامت اُس کے تمام نیک اعمال بندوں کے حقوق کے بدلے میں دے دیے جائیں، پھر بھی اگر ازالہ نہ ہوا تو لوگوں کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے اور اس کا انجام دردناک عذاب ہوگا۔ آج ہم مغرب سے انسانی حقوق کا سبق لیتے ہیں حالانکہ اللہ کے دین میں جو تعلیم موجود ہے اس سے بڑھ کر نیکی اور بندوں کے حقوق کا تصور کہیں بھی نہیں مل سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم اللہ کے حقوق کو ہلکا سمجھ لیں۔ یہ سارے احکامات اللہ کے ہیں۔ بندوں کا حق ادا کرنا اللہ کا حکم ہے، یہ مخلوق کی وجہ سے نہیں خالق کی وجہ سے کرنا ہے۔ روز قیامت اللہ کے سامنے ہی پیش ہونا ہے اور تمام حقوق کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے حق کے بارے میں ہی پوچھے گا۔ قیامت کے دن پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا۔ بعض لوگ حقوق اللہ کو بائی پاس کر کے صرف حقوق العباد کی بات کرتے ہیں، یہ بھی غلط تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اس سے پہلے کہ کل اللہ کے سامنے کھڑے ہوں اور ندامت و شرم ساری ہو، اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

دوسری حدیث مبارک

یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور ایک بندے کے درمیان ہونے والے مکالمہ کو نقل فرمایا ہے۔ یہ روایت صحیح مسلم سمیت دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔ اس کے راوی بھی حضرت ابوہریرہ ؓ ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي)) ”بے شک اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔“

بندہ عرض کرے گا: ((يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟)) ”اے رب! میں تیری عیادت کیسے کر سکتا ہوں؟ تو تو رب العالمین ہے۔“

((قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟)) ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے پتہ ہے میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اُس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے خبر ہے، اگر تو نے اُس بیمار بندے کی عیادت کی ہوتی تو مجھے اُس کے پاس پالیتا!“

مراد یہ ہے کہ اگر وہ شخص بیمار بندے کی عیادت کرتا تو اللہ کی رضا اور خوشنودی اُس کو مل جاتی۔ پھر اللہ فرمائے گا:

((يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي.)) ”اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔“

بندہ عرض کرے گا:

((وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟)) ”میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ تو تو رب العالمین ہے۔“

((قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟)) ”رب فرمائے گا: تجھے خبر ہے میرے بندے اگر تو نے اس میرے بندے کو کھلایا ہوتا تو مجھے اُس کے پاس پالیتا۔“

معلوم ہوا کہ بیمار کی عیادت کرنا یا بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو نہ بھوک کی حاجت ہے اور نہ ہی کوئی بیماری یا نیند آ سکتی ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی شان یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ﴾ (الانعام:16)

''اور وہ کھانا کھلاتا ہے اُسے کھلایا نہیں جاتا۔''

نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں اور خدا کے بیٹے ہیں۔ اللہ نے اس باطل عقیدے کا رد تین الفاظ میں کر دیا۔ فرمایا:

﴿كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ﴾ (المائدہ:75) ''وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بی بی مریمؑ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ یعنی کھانا، پینا، سونا اور دیگر حاجات بندے کو لاحق ہوتی ہیں۔ اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی اور رضا کو بندوں کے حقوق کی ادائیگی سے جوڑ رہا ہے۔ حدیث میں آگے فرمایا:

((يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي، قَالَ يَا رَبِّ: كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ! قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي))

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے آدم کے بیٹے! مجھے پیاس لگی تھی، تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اللہ! میں تجھے کیسے پلاتا؟ تو رب العالمین ہے، تجھے پانی کی، پیاس کی کیا حاجت؟ اللہ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا، تو نے اس کو پانی نہیں پلایا، اگر تو نے اسے پانی پلایا ہوتا تو اُسے میرے پاس پالیتا۔''

ایک اور روایت میں چوتھی بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے میرے بندے! میں بے لباس تھا، تو نے مجھے لباس نہ پہنایا۔ بندہ عرض کرے گا: مالک! تو تو رب ہے، تجھے لباس کی کیا حاجت؟ اللہ فرمائے گا: میرے فلاں بندے کو لباس کی حاجت تھی، اگر تو نے اُسے لباس پہنایا ہوتا تو مجھے پالیتا۔''

اللہ تعالیٰ کو تو لباس کی حاجت نہیں ہے لیکن اللہ کے بعض بندوں کو لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ غریب، مسکین، یتیم جن کے پاس ذریعہ روزگار نہیں ہوتا۔ وہ محتاج ہوتے ہیں۔ ان کے لباس کا بندوبست کرنا اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوا کرتا ہے۔

یہ ساری تعلیمات ہمارا دین عطا کرتا ہے۔ ان سے بڑھ کر خدمت خلق کا تصور کہاں سے ملے گا؟ اس کے بعد ہمیں مغرب کا ذہنی غلام بننے کی کیا ضرورت ہے۔ ان احادیث میں کس قدر موٹیویشن ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھوکوں کو کھانا کھلانے، پیاسوں کو پانی پلانے، بیماروں کی عیادت کرنے، محتاجوں اور مسکینوں کے لیے لباس کا انتظام کرنے اور اسی طرح اللہ کے بندوں کے دیگر حقوق کو ادا کرنے کو براہِ راست اللہ کی خوشنودی اور رضا سے جوڑ دیا۔ اس میں ایک بڑی تعلیم یہ بھی ہے کہ خدمت خلق کا جذبہ اچھی بات ہے لیکن اس کا واحد مقصد رب کی رضا ہونی چاہیے۔ آج تو سوشل میڈیا پر خوب پزیرائی حاصل کرنے، لائکس اور فالورز حاصل کرنے کے لیے 'خدمت خلق' کی تصاویر اور ویڈیوز پوسٹ کی جاتی ہیں۔ دنیا کو پتہ کیسے چلے گا، ہم خدمت خلق کر رہے ہیں۔ یہ سوچ اور نیت اگر ہو تو اس کا آخرت میں کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ مغرب کے خدمت خلق کے تصور میں یہ سب خرابیاں موجود ہیں۔ وہاں اس جذبے کی کوئی پائیدار اور ٹھوس بنیاد موجود نہیں ہے۔ اسلام خدمت خلق کی جو تعلیم دیتا ہے، اس میں دکھاوا نہیں ہے، ریاکاری نہیں ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر کسی کو ایک ہاتھ سے دو تو دوسرے ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔ یعنی نیت صرف ''رب کی رضا ہو''۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں اور خلافت راشدہ کے دور میں خدمت خلق کی جو مثالیں قائم ہوئیں، کیا پوری دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال کہیں مل سکتی ہے؟ یہاں تک کہ خلیفہ وقت رات کو گشت کیا کرتے تھے کہ کوئی بھوکا تو نہیں سویا، کوئی کسی تکلیف میں تو مبتلا نہیں ہے۔ پھر اپنے کندھوں پر کھانے پینے کا سامان اُٹھا کر ضرورت مندوں کو پہنچاتے۔ آج ہمارے بعض لوگ مغرب سے مرعوب ہو کر بل گیٹس وغیرہ کی مثالیں دیتے ہیں جبکہ ہم بھول جاتے ہیں پچھلے 100 برسوں میں دنیا میں سب سے زیادہ خون بھی مغرب نے ہی بہایا ہے۔ دنیا کے وسائل پر، زمینوں، جاگیروں اور ملکوں پر قبضے مغرب نے کیے ہیں، دوسروں کا مال ناجائز طور پر مغرب نے لوٹا ہے۔ مسلمانوں کا سب سے زیادہ خون مغرب نے بہایا ہے۔ عراق، شام، لبنان، افغانستان، لیبیا، سوڈان، کشمیر، برما، فلسطین میں مسلمانوں کی نسل کشی مغرب نے کی ہے۔ یہ کونسی خدمت خلق ہے؟ اس سب کے باوجود ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم مغرب کو خدمت خلق کے تصور سے جوڑیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(24 تا 30 ستمبر 2026ء)

جمعرات 24 ستمبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔ دوپہر میں ''NED University Karachi'' میں ''Intellectual and Actionable Lessons from the Seerah of Prophet (SAAW)'' کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔

جمعۃ المبارک 25 ستمبر: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں ارشاد فرمایا۔ سہ پہر میں اہل خانہ کے ہمراہ دیرینہ و بزرگ ساتھی مرحوم شاہد حسن کے گھر تعزیت کے لیے جانا ہوا۔

ہفتہ 26 ستمبر: دوپہر تا شام دو پوڈ کاسٹ ریکارڈ کروائیں۔ جن میں سے ایک آن لائن ریکارڈ کی گئی۔ نظام خلافت، منہج انقلاب نبوی ﷺ، اسلامی بینکاری، حالات حاضرہ اور تنظیم اسلامی کی فکر و طریقہ کار سے متعلق گفتگو کی۔

اتوار 27 ستمبر: دن میں ایک حبیب ڈاکٹر شمس العارفین کے قائم کردہ ادارہ ''اُم شمس اکیڈمی'' کی دعوت پر ''تصورِ دین اور فرضیت اقامت دین'' کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔ مقامی نظم اور رفقاء کی بھرپور شرکت رہی، جنہوں نے انتظامی و دعوتی ذمہ داریاں بھی ادا کیں۔

بدھ 30 ستمبر: دن میں مرکزی اسرہ کے ایک خصوصی اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔ رات کو لاہور آمد ہوئی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ منتخب قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کروائیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالے سے رابطہ رہا۔

امریکہ اور اسرائیل کوئی بھی فالس فلیگ حملہ کر کے ایران اور عربوں کے مابین جنگ شروع کروا سکتے ہیں: رضا الحق

وزیراعظم پاکستان نے فلسطین اور کشمیر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی خبریں اقوام متحدہ کے اجلاس میں سنائیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ اسرائیل اور انڈیا کے مظالم کے خلاف پاکستان کا ردعمل کیا ہوگا: بریگیڈیئر (ر) جاوید احمد

افغانستان کے ساتھ مذاکرات کے لیے دینی جماعتوں کے رہنماؤں کو بھیجا جائے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

''اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 81واں سربراہی اجلاس اور بڑھتی ہوئی دہشت گردی''

پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: اقوام متحدہ کا ادارہ دنیا میں امن کے قیام کے لیے وجود میں آیا تھا لیکن اپنے قیام کے 81 سال بعد بھی دنیا میں امن قائم کرنے میں ناکام ہے۔ چاہے یوکرین اور روس کی جنگ ہو، چاہے ایران اور امریکہ کی جنگ ہو، اگر اقوام متحدہ ان کو رکوانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تو پھر دنیا میں امن کیسے قائم ہوگا؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: جنگ عظیم دوم کے بعد جب یہ ادارہ قائم ہوا تو امیدیں بہت لگائی گئی تھیں لیکن جیسے کہا جاتا ہے کہ ''میری تعمیر میں مضمر ہے ایک صورت خرابی کی'' تو شروع سے اس کی بعض خرابیاں کھل کر سامنے آنا شروع ہو چکی تھیں۔ سب سے بڑی اور پہلی خرابی یہ تھی کہ سلامتی کونسل کے مستقل اراکین کو ویٹو پاور دے دی گئی جس سے اس ادارے میں جمہوریت کی نفی ہوگئی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق پانچ ممالک نے گویا پوری دنیا کو یرغمال بنا لیا۔ جون 2025ء میں سلامتی کونسل کے 14 ممالک نے غزہ میں مستقل جنگ بندی کی قرارداد پاس کی لیکن امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ حالانکہ دنیا میں لاکھوں لوگ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف سڑکوں پر نکل چکے تھے، یونیورسٹیز میں مظاہرے ہو رہے تھے، ایک بہت بڑی امید پیدا ہوگئی تھی کہ اہل غزہ کو انصاف ملے گا لیکن امریکہ کے ایک ووٹ نے امن کے خواب کو بکھیر کر رکھ دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی اپنی کوئی فوج نہیں ہے۔ جب کسی ملک میں قیام امن کے لیے قرارداد پاس ہو بھی جائے تو اقوام متحدہ مانگے تانگے کی فوجوں کو امن قائم کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ اسی طرح اس کی اپنی کوئی معاشی قوت بھی نہیں ہے۔ ادارے کے ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لیے بھی یہ امریکہ اور دوسری طاقتوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جس کا محتاج ہوگا، اُسی کے مفادات پورے کرے گا۔ پھر یہ کہ یہ صرف مرثیہ گوئی کا پلیٹ فارم بن کر رہ گیا ہے۔ یعنی جب کوئی سانحہ رونما ہو رہا ہوتا ہے تو اس کو روکنے کے لیے اس کے پاس کوئی ضابطہ یا فورس نہیں ہوتی اور جب سانحہ رونما ہو جاتا ہے تو پھر صرف واویلا کرنے کے لیے یہ پلیٹ فارم استعمال ہوتا ہے۔ ایک دوہرا معیار بھی اس ادارے کا ثابت ہو چکا ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو اس پر خاموشی اختیار کی جاتی ہے، لیکن جب غیر مسلموں کا کوئی مسئلہ ہو تو اس پر فوراً ایکشن لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کے معاملے میں ہوا۔ جبکہ فلسطین، کشمیر وغیرہ کے معاملے پر آج تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ یہ سب وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں امن قائم نہیں ہو رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں امریکہ، اسرائیل اور انڈیا جیسے دہشت گرد ملک جو دنیا میں امن کے دشمن ہیں، کے ہاتھوں یہ ادارہ یرغمال بنا ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے جتنے بھی سیکرٹری جنرل آئے وہ بیچارے چیختے چلاتے رہے، لیکن وہ بڑی طاقتوں کے سامنے بے بس رہے۔ لہٰذا اس ادارے کے قیام کا جو مقصد تھا وہ پورا نہیں ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

سوال: اقوام متحدہ کے 81 ویں اجلاس میں اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے بھی تقریر کی اور انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ غزہ میں ہونے والے مظالم اور نسل کشی کو جھوٹ قرار دیا۔ آپ اس پر کیا کہیں گے؟

بریگیڈیئر (ر) جاوید احمد: ہمارے لیے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کوئی شخص اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ اتنے بڑے پلیٹ فارم پر اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول سکتا ہے۔ وہاں پاکستان سمیت اتنے مسلم ممالک کے سربراہان موجود تھے، کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اسرائیل ایک قاتل ملک ہے اور ہم اس کا حساب لینے آئے ہیں۔ اس کے برعکس انہوں نے صرف مذمت کے الفاظ کا ہی اعادہ کیا۔ قاتل کو اگر آپ قاتل نہ کہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں اس کی مذمت کریں تو اس نے کیوں اپنا جرم تسلیم کرنا ہے؟ وہ تو قتل کا دفاع کرے گا۔ مسلم ممالک کو چاہیے تھا کہ وہاں اپنا کوئی نظریہ پیش کرتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم جنگ نہیں کرنا چاہتے ایسی قوم سے جنہوں نے اپنے قول و قرار توڑ دیئے اور رسول کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا اور انہوں نے ہی آغاز کیا تھا تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔'' (التوبہ:13)

اسرائیل نے بار بار معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کو ان کی زمین سے نکال دیا، ان کے شہر تباہ کر دیئے، ان کے گھر مسمار کر دیئے، لاکھوں مسلمان بچوں، عورتوں اور مردوں کو شہید کر دیا۔ ایسی حالت میں تو اللہ ظالموں کے خلاف جنگ کا حکم دے رہا ہے:

''تم ان سے جنگ کرو، اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور ان کو رسوا کرے گا اور تمہاری مدد کرے گا ان کے مقابلے میں اور بہت سے اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے گا۔'' (التوبہ:13)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو صاف صاف ہمیں بتایا کہ اگر تم میرے حکم کے مطابق مظلوموں کی امداد کو نکلو گے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ان حالات میں اللہ کا حکم ماننے کی بجائے اگر ہم ایسے الفاظ ڈھونڈتے رہیں جن سے دشمن ناراض بھی نہ ہو تو پھر بتایئے کہ دشمن اپنے ظلم کو ظلم کیوں کہے گا؟ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے جب کہا کہ تم غزہ میں نسل کشی کے مرتکب ہو رہے ہو تو اسرائیل کے سفیر نے کہا کہ تم استعفیٰ دے کر گھر چلے جاؤ، تم کون ہوتے ہو ہم سے پوچھنے والے۔ اسرائیل نے یہاں تک

کہا ہے کہ اس نے غزہ، لبنان اور شام کے جن علاقوں پر قبضہ کرلیا ہے ان کو وہ کسی صورت چھوڑنے والا نہیں ہے۔ اسرائیل کو یہ حوصلہ ہم نے خود دیا ہے۔ اگر مسلم ممالک سے کوئی ایک ملک بھی اس کا ہاتھ جھٹکنے والا ہوتا تو آج وہ اتنی دیدہ دلیری سے ایسے نہ بول رہا ہوتا۔

سوال: نیتن یاہو کی تقاریر کے دوران 77 ممالک کے سربراہان نے واک آؤٹ کیا۔ لیکن یہی ممالک فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے لیے دنیا میں کوئی مشترکہ آواز کیوں نہیں بلند کرتے؟

رضاء الحق: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مکمل لائحہ عمل اُمت مسلمہ کو دے دیا ہے۔ سب سے پہلا کام جو اُمت کو کرنا چاہیے اس کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران:103) ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

لیکن ہم نے اللہ کا حکم ماننے کی بجائے خود کو 57 ٹکڑوں میں تقسیم کرلیا اور اُمت کی بجائے نیشن سٹیٹس بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب 77 ممالک نے نیتن یاہو کی تقریر کے دوران واک آؤٹ کیا تو UAE، بحرین، مراکش اور آذربائیجان کے نمائندگان وہاں بیٹھے رہے۔ ہمارے اسی تفرقے کی وجہ سے دشمن کو حوصلہ ملا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب 77 ممالک واک آؤٹ کر کے جا رہے تھے تو اس نے کہا کہ یہ سب بزدل ہیں، جنہوں نے جانا ہے تو جائے۔ یعنی اسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اقوام متحدہ بھی صہیونی مفادات کے تحفظ کے لیے قائم ہوئی تھی۔ اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اور اب اس کی لاش کو کھڑا کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ 2003ء میں سلامتی کونسل نے عراق پر حملے کے خلاف فیصلہ دیا مگر امریکہ اور برطانیہ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مل کر عراق پر حملہ کر دیا۔ اس ادارے کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی۔ اس کی جنرل اسمبلی سے زیادہ اُن ملاقاتوں کو اہمیت دی جاتی ہے جو اس کے باہر ہوتی ہیں۔ خاص طور پر چینی صدر کے دورہ امریکہ کو اس کے اجلاس سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اسی طرح پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کی میٹنگ کو بھی اہمیت حاصل رہی۔ نیتن یاہو نے جو تقریر کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل اپنے منصوبوں میں مزید آگے بڑھ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے مستقبل قریب میں کوئی اور فالس فلیگ حملہ کر کے جنگ کو پھیلایا جائے۔ خاص طور پر ایران اور سعودی عرب کے درمیان جنگ کی چنگاری بھڑکانا اس کے مذموم عزائم میں شامل ہے تاکہ عرب ممالک مزید امریکہ اور اسرائیل کے چنگل میں پھنس جائیں۔ 77 ممالک جنہوں نے واک آؤٹ کیا وہ بھی فلسطین کے حق میں کوئی متفقہ موقف نہیں رکھتے۔ جیسا کہ اٹلی کی وزیر اعظم ایک طرف فلسطین کا جھنڈا لہراتے ہوئے پھر رہی تھی اور یہاں تک کہہ رہی تھی کہ جو بچوں کا قاتل ہے اس کے ساتھ میں ملاقات نہیں کروں گی لیکن دوسری طرف جب نیتن یاہو تقریر کر رہا تھا تو اس نے واک آؤٹ نہیں کیا بلکہ وہاں بیٹھی رہی۔ جب تک مسلم ممالک خود اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے تفرقہ ختم نہیں کریں گے اور سب مل کر کوئی متفقہ لائحہ عمل طے نہیں کریں گے تب تک کوئی بھی ان کے لیے آواز نہیں اُٹھائے گا۔

سوال: وزیر اعظم پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اپنے خطاب کے دوران جس طرح مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین کو اُٹھایا ہے اس پر مقبوضہ کشمیر سے حریت کانفرنس اور غزہ سے حماس کے لوگوں نے بھی سوشل میڈیا پر پزیرائی دی ہے۔ کیا وزیر اعظم پاکستان کا یہ خطاب پاکستانی قوم اور اُمت کے دلوں کی آواز تھی؟

بریگیڈیئر (ر) جاوید احمد: وزیر اعظم پاکستان نے اپنے خطاب میں ایک تو ٹرمپ، چین کے صدر، فیلڈ مارشل صاحب اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے لیے تعریفی کلمات ادا کیے۔ دوسرا انہوں نے فلسطین اور کشمیر کے متعلق چند خبروں پر اکتفا کیا مثلاً انہوں نے غزہ کی اس معصوم بچی کا دوبارہ ذکر کیا جس کو اسرائیلی فوج نے شہید کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور فلسطینی بچی کی شہادت کا بھی ذکر کیا جس کا سکول کا پہلا دن اس کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا۔ اسی طرح انہوں نے کشمیر اور بھارت میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا بھی تذکرہ کیا، سہارن پور کی 150 سالہ مسجد کی شہادت کا بھی انہوں نے ذکر کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ انڈیا اور اسرائیل کے ان مظالم کے خلاف پاکستان کا کیا ردعمل ہوگا۔ یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ ہم غزہ بورڈ آف پیس میں کیوں شامل ہوئے۔ ان کے وزراء نے تو بڑے دلائل دیئے تھے کہ اگر ہم غزہ بورڈ آف پیس میں شامل نہیں ہوں گے تو اہل غزہ کی مدد کیسے کر پائیں گے؟ پاکستان عالم اسلام کا سب سے طاقتور ملک ہے، ایٹمی طاقت ہے، گزشتہ سال بھارت کو ناکوں چنے چبوائے، اگر اسرائیل کو دھمکی بھی دے دے تو وہ ظلم کرنے سے پہلے سوچے گا۔ مگر ہمارا حال یہ ہے، بقول شاعر

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی
سجدہ خالق کو بھی، ابلیس سے یارانہ بھی

اگر ہم کسی کو ناراض ہی نہیں کرنا چاہتے تو ظاہر ہے پھر جو ظالم ہے وہ اپنا ہاتھ کیوں روکے گا۔ اسی طرح کشمیر کے معاملے میں بھی ہم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جا کر بتا رہے ہیں کہ کشمیر کے لیے ہماری ہمدردی صرف سیاسی، سفارتی اور اخلاقی ہے۔ گویا وہاں بھی ہم ظالم کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہمارا فوجی لحاظ سے مداخلت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس وقت مدد کرتا ہے جب کوئی ظالم کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ گزشتہ سال ہم نے انڈیا کو منہ توڑ جواب دیا تو اللہ نے پاکستان کو عزت دی۔ اگر وہاں بھی ہم صرف مذمت کر لیتے تو پھر دب کر بیٹھے رہنا تھا۔

رضاء الحق: سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 51 میں اللہ تعالیٰ واضح حکم دیتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ اور خبردار کرتا ہے کہ وہ کبھی بھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہ دوستی کبھی بھی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت نہیں ہوئی۔ پھر یہ کہ یہود و نصاریٰ تو اپنے طور پر اپنے اپنے مذہبی مشن پر گامزن ہیں۔ جیسا کہ نیتن یاہو اپنے مشن کو روحانی اور تاریخی مشن قرار دیتا ہے اور تورات اور تلمود سے حوالے بھی اپنی تقریروں میں پیش کرتا ہے جبکہ دوسری طرف مسلم ممالک نے مذہبی مشن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ نیتن یاہو واضح کہتا ہے کہ ہم نے پورے خطے پر قبضہ کرنا ہے اور تھرڈ ٹیمپل کو تعمیر کرنا ہے، اس کے باوجود مسلم ممالک کے حکمران سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ قرآن میں واضح حکم ہے کہ طاغوت کے خلاف لڑو۔ لیکن ہمارے حکمران لڑنے کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ حدیث میں اس کی وجہ بیان ہوئی ہے: ((حب الدنيا و كراهية الموت)) ''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔'' جب تک اس مرض سے نہیں نکلیں گے تو ہم دنیا میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔

سوال: نائن الیون کے بعد امریکہ نے 20 سال تک افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑی، پاکستان اس کا فرنٹ لائن اتحادی بنا۔ 5 سال قبل امریکہ افغانستان سے چلا گیا لیکن پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات ابھی بھی ہو رہے ہیں بلکہ کچھ عرصہ سے ہمارے دو صوبے اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ یہ دہشت گردی ختم نہ ہونے کی اصل وجوہات کیا ہیں؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: ایک تو یہ کہ امریکہ جاتے ہوئے وہاں اسلحہ چھوڑ کر گیا جو آج دہشت گردوں کے استعمال میں ہے۔ یہی اسلحہ بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے دہشت گرد سرمایہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ جدید ترین اسلحہ ہے جو ہمارے سکیورٹی اداروں کے پاس بھی نہیں ہے۔ انڈیا بھی موجودہ افغان حکومت کے قریب آ چکا

ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق TTP کے اس وقت 6 ہزار تربیت یافتہ جنگجو ہیں۔ اسی طرح بلوچستان میں انڈین پراکسیز موجود ہیں۔ اگر دہشت گردی میں ملوث کلبھوشن یادیو جیسا حاضر سروس آفیسر پاکستان کا پکڑا جاتا تو کیا انڈیا اس طرح اس معاملے کو دبا دیتا؟ وہ تو پوری دنیا میں شور مچاتا۔ لیکن ہم نے اس معاملے کو دہشت گردی کے خلاف استعمال نہیں کیا جس طرح کرنا چاہیے تھا۔ پھر یہ کہ امن قائم کرنے کے لیے سیاسی سطح پر جو فیصلے ہوتے ہیں ان پر عمل نہیں ہوتا۔ ماضی میں قومی اسمبلی کی جانب سے جو امن کمیٹی بنائی گئی تھی، اس کا میں بھی رکن تھا، پہلے اجلاس میں جو ایکشن پلان بنایا گیا تھا، دوسرے اجلاس میں پتہ چلا کہ اس پر عمل ہی نہیں ہوا۔ ہر شہر میں اگر پانچ ہزار سی سی ٹی وی کیمرے لگے ہوئے ہیں تو ان میں سے اڑھائی ہزار کام نہیں کر رہے ہوتے۔ یہ کرپشن کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح سپیشل فورسز بھی بنائی گئیں، اسپیڈ فورسز بھی بنائی گئیں لیکن ان سے اس طرح کام نہیں لیا گیا جس طرح لیا جانا چاہیے تھا۔ پولیس کا نظام بھی درست نہیں ہے۔ جب کوئی دہشت گردی کا واقعہ ہو جاتا ہے تو اس وقت ہمیں پتہ چلتا، پہلے ضروری اقدامات نہیں کیے جاتے۔ بلوچستان میں خاص طور پر بے روزگاری کی وجہ سے بھی نوجوان دہشت گردوں کے ہتھے چڑھ رہے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لیے جو فیصلے ہوئے تھے ان پر عمل نہیں ہوا۔

سوال: پاکستان میں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں انٹیلی جنس بیسڈ آپریشنز ہوتے ہیں، بارڈر مینجمنٹ سسٹم ہے، آہنی باڑھ کئی کلومیٹرز تک لگائی گئی ہے، اس کے باوجود دہشت گرد پاکستان میں داخل کیسے ہو رہے ہیں؟

رضاء الحق: کوئی بھی شخص پیدائشی دہشت گرد نہیں ہوتا۔ جب کہیں عوام کو ان کا حق نہیں ملتا تو پھر ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں 60 فیصد لوگ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہوں، وہاں جب باہر سے ڈالرز آئیں تو اس کی کشش بھی بے روزگاروں کو کھینچتی ہے۔ کہیں پر نظریاتی کشمکش لوگوں کو اس طرف لے جاتی ہے۔ یہ سارے اسباب حکومت اور انتظامیہ کی نااہلی اور کمزوریوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہماری حکومتوں نے 20 سال تک امریکہ کا ساتھ دیا، اپنے لوگوں پر ڈرون حملے کروائے، آپریشن کی وجہ سے لوگ بے گھر ہوئے۔ پھر ان ناراض لوگوں کو دہشت گردی کی طرف لانے کے لیے انڈیا کے بھی 18 قونصل خانے افغانستان میں موجود تھے۔ افغانستان کے ساتھ ہمارا 2640 کلومیٹر اور ایران کے ساتھ 909 کلومیٹر بارڈر لگتا ہے، اتنی طویل سرحد پر فینسنگ اور پٹرولنگ بھی آسان نہیں ہے۔ BLA اور BNA کے دہشت گرد سرحد کے دونوں جانب متحرک ہیں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ہم نے کپیسٹی بلڈنگ نہیں کی۔ ہم نے جن علاقوں کو کلیئر کیا تھا وہاں سویلین ایڈمنسٹریشن کو بھی انسٹال نہیں کیا۔ دہشت گردوں کے پاس جدید اسلحہ ہے جبکہ پولیس جدید سہولیات سے

> کینیڈا میں جب ایک سکھ رہنما قتل ہوا تو کینیڈین وزیراعظم نے کسی دہشت گرد تنظیم، ایجنسی یا ملک کا نام لینے کی بجائے براہ راست نریندر مودی کو موردِالزام ٹھہرایا۔ پاکستان کو بھی یہی کرنا چاہیے۔

محروم ہے۔ دوسری طرف موجودہ افغان حکومت ابھی غیر مستحکم ہے۔ 50 ہزار افغان طالبان کیسے اتنے بڑے ملک کو سنبھالیں گے اور سرحد پر بھی مکمل نگرانی کر سکیں گے لیکن انہیں بھی ذمہ داری سے کام لینا ہوگا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ملا عمر کے دور میں پاک افغان تعلقات جس سطح پر تھے، اسی طرح کا بھائی چارا دوبارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مغربی بارڈر سے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہو۔ چین نے اس سمت میں کوشش کی تھی، ایسی کوششوں کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

سوال: بیرونی حملہ آور پاکستان میں دہشت گردی کے لیے اصل قوت، طاقت اور صلاحیت کہاں سے حاصل کر رہے ہیں؟

بریگیڈیئر(ر) جاوید احمد: آج تک پاکستان میں دہشت گردی کے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں، ان کا سراغ افغانستان اور انڈیا تک جاتا ہے۔ بھارتی وزیراعظم اور دیگر عہدیداران کے بیانات میں بھی اکثر یہ انکشاف ہوتا رہا ہے۔ بعض اوقات تو دہشت گردی کا کوئی واقعہ بعد میں ہوتا تھا، بھارتی میڈیا پر خبر پہلے چل پڑتی تھی۔ اب تو پاکستان نے دہشت گردی کا نام ”فتنۃ الہندوستان“ رکھ دیا ہے۔ ان دہشت گردوں کو اسلحہ، ڈالرز اور تربیت دینے میں بڑی طاقتیں بھی ملوث ہیں۔ افغانستان کی سرزمین ان کے لیے استعمال ہوتی ہے لیکن افغان حکومت ان کو کنٹرول نہیں کر رہی۔ اس حوالے سے ہمارے افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات بھی ہوئے ہیں۔ یہ بات بھی درست ہے کہ ہماری حکومت نے مذاکرات میں زیادہ سنجیدگی نہیں دکھائی۔ امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات کے لیے ہم کئی ماہ سے کوشش کر رہے ہیں لیکن افغانستان کے ساتھ ہمارے صرف 8 دن مذاکرات ہوئے ہیں۔ اس کے بعد 8 ماہ سے کوئی مذاکرات نہیں ہوئے۔ اس دوران ہم نے دہشت گردوں کے ٹھکانوں پر بمباریاں بھی کیں، انٹیلی جنس بیسڈ آپریشن بھی کیے، اس کے باوجود اگر دہشت گردی کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے تو پھر ہمیں مذاکرات کے حوالے سے بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ دراندازی صرف افغانستان سے نہیں ہو رہی بلکہ ایران اور سمندر کے راستے بھی ہو سکتی ہے، اتنے بڑے ایریا میں آپ دراندازی کو نہیں روک سکتے جب تک کہ اس کی جڑ کو نہ پکڑیں۔ جب ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ اس کے پیچھے ہندوستان ہے تو پھر ہم ہندوستان سے پوچھ کیوں نہیں رہے کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ جیسے کینیڈا نے کیا تھا کہ ایک سکھ لیڈر جب وہاں قتل ہوا تو کینیڈین وزیراعظم نے کسی دہشت گرد تنظیم، ایجنسی یا ملک کا نام لینے کی بجائے براہ راست نریندر مودی کو موردِالزام ٹھہرایا جس پر انڈیا بہت تلملایا مگر کینیڈا ڈٹا رہا، اس کے بعد وہاں کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ پاکستان کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

سوال: پاکستان کے خلاف جو بھی متحارب قوتیں ہیں ان کے ساتھ مذاکرات کا آپشن کیا اب بھی کارگر ہو سکتا ہے؟

رضاء الحق: مذاکرات کا دروازہ تو کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ مذاکرات کیے ہیں، صلح حدیبیہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آج جس طرح بھارت اور پاکستان کے درمیان دشمنی ہے کسی زمانے میں برطانیہ اور آئرلینڈ بھی دشمن تھے، مذاکرات کے ذریعے ان کی دشمنی ختم ہوئی۔ ہم نے دہشت گردی کی اصل جڑ تو پکڑ لی ہے لیکن اس جڑ کو کاٹنے کا مناسب طریقہ بھی ڈھونڈنا چاہیے۔ علیحدگی پسند گروہوں کے ساتھ بھی مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ ناراض گروہوں کو بھی مذاکرات کے ذریعے قومی دھارے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا، اس کے حصول کی طرف پیش رفت کی جدوجہد ہو تو پاکستان میں استحکام آئے گا اور TTP سمیت جو نظریاتی انتشار ہے وہ بھی ختم ہوگا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

طالبنائزیشن کا اصل رد اسلامائزیشن میں ہے۔ جب اسلام نافذ ہوگا تو ان کے پاس دہشت گردی کا کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔

❁❁❁

اے اللہ، پاکستان کی حفاظت فرما!

ابوموسیٰ

امریکہ، اسرائیل، ایران حالیہ جنگ کی وجہ سے اور خاص طور پر تیل کی ترسیل کے غیر یقینی ہونے سے دنیا کے ہر ملک اور قوم کو اپنے مستقبل کے بارے میں تشویش لاحق ہے اور دنیا بھر کی حکومتیں اور وہاں کی اپوزیشن تمام اختلافات کو کم از کم وقتی طور پر ایک طرف رکھ کر نئی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے سر جوڑ کر مشورے کر رہی ہیں کہ اپنی معیشت کو کسی بڑے بحران سے بچانے کے لیے کیا کیا طریقے اختیار کیے جائیں۔

راقم کو اپنے علم کی محدودیت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہے، اس کے باوجود اس بات کا دعویٰ کرنے جا رہا ہوں کہ داخلی سطح پر جو کشیدگی جو کھینچا تانی اور جو باہمی جنگ و جدل پاکستان میں ہو رہا ہے وہ دنیا بھر میں کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اللہ رب العزت سے دعا مانگیں اور خیر کی توقع بھی رکھیں لیکن جب ہم اپنی آواز میں مکمل طور پر فرعونیت بروئے کار لا کر یہ کہیں کہ "come what may" یہ تو ہوگا تو گویا لاشعوری طور پر نہ سہی لیکن ہم لاحول ولاقوۃ الا باللہ کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ اگرچہ ہم کسی ایک فریق کو مکمل طور پر موردِ الزام نہیں ٹھہرا رہے لیکن یہ دعویٰ کوئی طاقتور ہی کر سکتا ہے اور ریاست سے زیادہ طاقتور کون ہو سکتا ہے اور ریاست نے کبھی بھی اظہارِ طاقت سے اجتناب یا گریز نہیں کیا۔ البتہ عدل کا تقاضا ہے کہ ہم قارئین کو بتائیں کہ اگرچہ ریاست اسلحہ کے حوالے سے انتہائی طاقتور ہے اور اس کی پسپائی ممکن نظر نہیں آتی لیکن دوسری طرف بھی عوامی طاقت کا گھمنڈ ہے۔ لہٰذا مسئلہ اقتدار کو قائم رکھنے یا حصولِ اقتدار کا ہی نہیں اپنی برتری اور بالادستی کو قائم رکھنے کا ہی نہیں بلکہ دو طرفہ انا کا بھی ہے۔ میں یہ کہہ بیٹھا ہوں اب میں کیسے پیچھے ہٹ سکتا ہوں میری کیا حیثیت رہ جائے گی۔ پھر یہ کہ میں پاکستان ہوں، پاکستان کی سلامتی میرے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس سوچ میں حب الوطنی اور خلوص تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی اِدھر سے ہو یا اُدھر سے عقلِ کل کوئی بھی نہیں۔ انسان خطا کا پتلا ہے لیکن بعض خطائیں ملک و قوم کو صدیوں پیچھے لے جاتی ہیں۔ 1971ء میں انتخابات کے نتائج نہ ماننے اور عوامی فیصلے کو رد کرنے سے جتنے خوفناک نتائج پیدا ہوئے اُن کا ذکر کرتے ہوئے بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس دلیل میں وزن ہے کہ وہ سانحہ اس لیے بھی ہوا کہ ملک دو حصوں میں تقسیم تھا اور درمیان میں ازلی دشمن بھارت تھا جس نے اس سنہری موقعہ کا بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ اس کے باوجود ماضی اور حال پر نگاہ ڈالیں تو بہت سے معاملات میں بڑی یکسانیت نظر آتی ہے دنیا میں یہ اصول کارفرما ہے کہ حالات یکساں ہوں تو نتائج بھی کم و بیش ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو قائم و دائم رکھے اور اس کی سلامتی پر کبھی حرف نہ آئے۔ آمین!

لیکن اس دعا کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی تو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے اگرچہ اس بات کا ذکر شاید بلاوجہ اور بلاجواز سمجھا جائے لیکن قارئین تک اپنی یہ بات پہنچانا اپنا پہلا قومی فریضہ سمجھتا ہوں۔ یہ میرا عقیدہ ہے کہ پاکستان وقتی طور پر سیاسی، معاشی اور سماجی لحاظ سے کتنا ہی ڈاؤن کیوں نہ ہو جائے اور ہر ہر لحاظ سے حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں اور دیکھنے والے کو یہ لگنے لگے کہ پاکستان پر برا وقت آ چکا ہے آج گیا کہ کل گیا لیکن جب زوال پتال سے لگ جائے گا تو عروج کا آغاز ہوگا۔ اگرچہ راقم کے پاس اس حوالے سے کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ لیکن یہ عقیدہ کا معاملہ ہے اور عقیدہ دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ البتہ کچھ تاریخی واقعات ہیں، شواہد ہیں اور ایسے اسباق ہیں جو اس سوچ کو توانا کرتے ہیں۔

سب سے پہلے پاکستان کا وجود میں آ جانا یہ معجزہ کیسے رونما ہوا جبکہ مسلمانوں کا دشمن ہندو پڑھا لکھا بھی تھا، سیاسی طور پر باشعور بھی تھا اور کانگرس ایک منظم جماعت تھی۔ حقیقت میں ہندو ہند کی تقسیم کو گاؤ ماتا کی تقسیم سمجھتا تھا۔ پھر یہ کہ اُسے تاریخ میں پہلی مرتبہ موقع مل رہا تھا کہ پورے برصغیر پر حکومت کرے۔ دوسری طرف مسلمان زیادہ پڑھا لکھا بھی نہ تھا، سیاسی شعور سے بھی کافی حد تک تہی دست تھا اور تعداد میں ہندو سے کم بھی تھا۔ پھر یہ کہ برطانیہ جو وقت کا حکمران تھا اُس کا وزیراعظم اٹیلی قائداعظم سے شدید نفرت کرتا تھا جس کا اظہار وہ گاہے بگاہے کرتا رہتا تھا۔

قصہ مختصر پاکستان مہاتما گاندھی کی لاش کو روندتا ہوا وجود میں آ گیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پاکستان کو معاشی اور عسکری لحاظ سے مضبوط کس نے کیا جو شروع سے اس کا دشمن تھا اور آج بھی ہے یہ سیاسی، عسکری اور جغرافیائی حالات کا تقاضا تھا تاریخ کا کوئی بھی ورق پلٹ لیں امریکہ اپنے اور مستقبل میں طاغوتی قوتوں کے دشمن بن جانے والے پاکستان کو مضبوط کرتا دکھائی دیتا ہے۔ فطری قوتیں یہ امریکہ کی مجبوری بنا دیتی تھیں جن کی تفصیل طوالت اختیار کر لینے کی وجہ سے تحریر نہیں کی جا سکتیں۔ اس لیے کہ نہ یہ کوئی افلاطونی فلسفہ ہے، نہ ارسطو کی منطق، نہ رسل کی دانشوری ہے بلکہ سادہ سی بات ہے جو ہر سیاسی شعور کے حامل پاکستانی پر واضح ہے کہ امریکہ پاکستان سے دشمنی پالنے کے باوجود تاریخ کے ہر موڑ پر نہ چاہتے ہوئے بھی پاکستان کو مضبوط بناتا دکھائی دیتا ہے۔

ایک تاریخی واقعہ بیان کرتا صورتِ حال کو سمجھنے میں آسانی پیدا کر دے گا۔ تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں وہ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے صدر تھے، اُس وقت خواجہ ناظم الدین پاکستان کے وزیراعظم تھے۔ وہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے گورنر ہاؤس لاہور میں طلبہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ وہ جمعیت کے قائد کی حیثیت سے وزیراعظم سے ملاقات کے لیے گورنر ہاؤس گئے۔ وزیراعظم نے طلبہ کو بہت نصیحتیں کیں اور مکمل طور پر تعلیم پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا کہا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے وزیراعظم سے سوال کیا کہ ریاست پاکستان

نے امریکہ کے ساتھ سیٹو سنٹو جیسے معاہدے کر لیے ہیں لیکن کل کلاں نئی قیادت یعنی ہم نوجوانوں کو یہ بھگتنا پڑیں گے۔ جس کے جواب میں وزیر اعظم نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ بھارت ایک بڑا ملک ہے اور ہمارا ازلی دشمن ہے۔ ہمارے پاس اس کے سوا کیا آپشن ہے کہ ہم خود کو مضبوط کرنے کے لیے امریکہ سے معاہدے کرلیں۔ ظاہر ہے سوویت یونین سے دشمنی کی وجہ سے پاکستان کو عسکری اور معاشی لحاظ سے مضبوط کرنا امریکہ کی بھی مجبوری ہے۔

راقم کی رائے میں امریکہ پاکستان دوستانہ تعلقات یقیناً دوطرفہ مجبوری تھی۔ تاریخ کے اوراق پلٹتے چلے جائیں وقفہ وقفہ سے دونوں ممالک کی دوستی اُن کی مجبوری بن کر سامنے آتی رہی۔ 1979ء میں سوویت یونین حماقت عظمیٰ کا ارتکاب کرتا ہے اور افغانستان پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ امریکہ محسوس کرتا ہے کہ سوویت یونین جنوبی ایشیاء پر چھا جائے گا بلکہ مسلط ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ یعنی امریکہ ایک طرف پاکستان میں اسلحہ کی ریل پیل کر دیتا ہے تو دوسری طرف اپنی تجوریوں کے منہ پاکستان کی جانب کر کے کھول دیتا ہے۔ یہ عاشقانی بھی ایک مجبوری تھی امریکہ کو یہ سارا خطہ اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اُس وقت کی ریاستِ پاکستان نے اگر ایک طرف مال و دولت سمیٹی تو دوسری طرف ایک شاندار کارنامہ بھی سرانجام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے پاکستان کی حفاظت کا ذریعہ بنا دیا۔ یعنی اس جنگ کی آڑ میں پاکستان نے ایٹمی صلاحیت حاصل کرلی۔ امریکہ پاکستان تعلقات کا یہ انتہائی مثبت پہلو ہے۔ عجب بات ہے کہ امریکہ حالات سے اُن دنوں اتنا مجبور ہوا کہ ایوانِ صدر کانگرس کو یہ جھوٹا سرٹیفکیٹ دیتا رہا کہ پاکستان ہرگز ایٹم بم بنانے کی طرف نہیں بڑھ رہا۔ البتہ یہ بھی تاریخ کا افسوسناک ہی نہیں شرمناک حصہ بھی ہے کہ اُن دنوں میں تو پاکستانی سیٹو سنٹو کا رکن بننے کے باوجود پاکستان امریکہ کا دوست تھا، غلام نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ لیں کہ چھوٹا پارٹنر تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے حکمرانوں نے دولت اور اقتدار کی ہوس میں امریکہ کی غلامی اختیار کرنا شروع کر دی۔ یہ غلامی ہرصورت بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ امریکہ کی بہت بڑی کامیابی اور ہماری بہت بڑی ناکامی ہے۔

آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ نہ پاکستان اب اپنی مرضی اور حالات کے مطابق اپنا بجٹ بنا سکتا ہے اور نہ خارجہ پالیسی تشکیل دے سکتا ہے بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حکومت میں اہم اور کلیدی وزارتیں اور عہدے امریکہ کے چنیدہ اور پسندیدہ بندوں کو ملتے ہیں اور جو حکمران انکار کرے، اُسے سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے۔ گویا عوام اب پاکستان میں اپنی مرضی اور رائے سے حکومتیں نہیں بنا سکتے۔ یقین کریں صحیح اور اصل صورت حال ہے کہ ہماری آزادی اب ظاہری ہے ورنہ معاملات 1947ء سے بھی پیچھے چلے گئے ہیں۔ حالیہ امریکہ ایران جنگ کی مثال لے لیں۔ ہم کس طرح امریکی مفادات کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی طور پر حکومت جس طرح معاملات چلا رہی ہے، عوام اور حکومت میں خلیج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ صورت حال کا اندازہ کریں کہ اس وقت تین احتجاج اسلام آباد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کسانوں کا احتجاج جو حکومت کی زرعی پالیسی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کا احتجاج جو پیٹرول کی قیمتوں میں لیوی کا اضافہ کرنے اور IPPs کے ساتھ معاہدوں پر ہے اور تیسرا تحریک انصاف کا احتجاج جسے مرکز اور طاقتور قوتیں پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہونے کے باوجود کسی قیمت پر قبول کرنے کو تیار نہیں اور ظلم وستم کا ایسا دور دورہ ہے جو ختم ہونے کو نہیں آ رہا۔

بہرحال تازہ اطلاعات کے مطابق کسانوں سے تو حکومت نے شاید کچھ معاملات طے کر لیے ہیں۔ جماعت اسلامی سے گفتگو وزیراعظم شہباز شریف کے پاکستان پہنچنے پر ہوگی۔ گویا اصل مسئلہ تحریک انصاف کے احتجاج کا ہے جو دھرنا دینے کے لیے پہلے 27 ستمبر کو اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کر رہے تھے، اب 14 اکتوبر کو انہوں نے لانگ مارچ کا اعلان کر دیا ہے۔ پہلے تو خیال یہ تھا کہ یہ تحریک انصاف کی پسپائی اور یوٹرن ہے لیکن حکومت اس التواء سے جس طرح گھبرائی بلکہ بھاگی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تحریک انصاف کی حکومت کو تھکا دینے کی پالیسی کا معاملہ ہے۔

تحریک انصاف نے اپنی تحریک کا جو شیڈول میڈیا کو بتایا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام آباد پہنچنے میں دس روز لیں گے گویا ہاتھیوں کی اس لڑائی میں گھاس تباہ و برباد ہو جائے گی۔ فریقین میں راہنماؤں کی اکثریت کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا نقصان صرف پاکستان اور عوام کا ہوگا۔ لیکن اس میں غیر جانبدار ہو کر دیکھنا ہوگا کہ اصل اور بڑا قصوروار کون ہے؟

مختصراً عرض یہ ہے کہ 8 فروری 2024ء کے انتخابات میں بھی اگر عوام کی رائے کو تسلیم کر لیا جاتا تو کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں آج تک کوئی ایسے انتخابات نہیں ہوئے جن میں دھاندلی نہ ہوئی ہو۔ کسی میں 5 فیصد، کسی میں 10 فیصد، راقم نہیں سمجھتا کہ کسی انتخابات میں اس سے زیادہ دھاندلی ہوئی ہو۔ حقیقت میں 2024ء میں تو ہوا یہ کہ 8 فروری کے انتخابات کو الیکشن کمیشن نے ایک طرف رکھ کر 9 فروری کو مکمل طور پر من گھڑت اور فیک نتائج شائع کر دیئے۔ یہاں تک کہ راولپنڈی کا اسسٹنٹ کمشنر خود چیخ اٹھا کہ ہم نے 50،50 ہزار ووٹوں سے جیتنے والوں کو ہرا دیا۔ وہ بیچارہ غائب کر دیا گیا۔ آج تک معلوم نہیں کہاں ہے ایک مرتبہ اُس کو میڈیا پر لا کر اُس سے تردید کروائی گئی۔ بے چارہ اس وقت قابل رحم حالت میں تھا لہٰذا احتیاطاً اُسے دوبارہ غائب کر دیا گیا۔ آج تک معلوم نہیں کہاں ہے زندہ ہے بھی یا نہیں۔ قصہ کوتاہ راقم کا عرض کرنے کا مطلب ہے کہ ہم کسی صورت تاریخ سے سبق حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو محفوظ رکھے۔ کیونکہ جو قومیں تاریخ سے سبق نہیں سیکھتیں، وہ تاریخ سے غائب ہو جاتی ہیں۔ بہرحال ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ اہل پاکستان کی غلطیوں سے اعراض فرمائے اور پاکستان کو محفوظ و مامون بنائے اور ہمارے ساتھ معاملہ ہماری کرتوتوں کی بجائے اپنی رحمت کی بنیاد پر کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اور ہم خطا کار ہیں۔ اے اللہ! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور پاکستان کی حفاظت فرما۔ آمین یارب العالمین! ❁❁

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

تکمیلِ رسالت کے دو مظاہر (3)

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

نبوت اللہ سے لینے والا حصہ ہے اور رسالت دینے والا۔ اس دینے والے حصے کے بارے میں فرمایا: ﴿لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ تاکہ اسے غالب کر دے کل کے کل دین پر پورے نظامِ زندگی پر۔ اللہ کا دین ایک مکمل ''Politico-Socio-Economic System'' کی حیثیت سے قائم ہو یہ رسالت کی تکمیل ہے۔ رسالت کا ایک درجہ تبلیغ ہے۔ بہت سے نبی ایسے ہیں کہ تبلیغ کرتے ہوئے اُن کی پوری زندگی گزر گئی' کہیں کوئی نظام قائم ہوا ہی نہیں۔ نظام تو صرف محمد عربی ﷺ کے دست مبارک سے قائم ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا۔ تاہم تبلیغ کا حق اُنہوں نے ادا کر دیا' بات کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ لیکن ایک ہے اتمامِ حجت۔ دینِ حق کے ضمن میں اتمامِ حجت یہ ہے کہ دین کو قائم کر کے اس کی عملی شکل دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ ورنہ کتاب میں بہت اچھی باتیں لکھی جا سکتی ہیں کہ یہ یوں ہونا چاہیے' یہ ایسا ہونا چاہیے' اس کا یہ اصول ہونا چاہیے۔ آپ اپنے دماغ سے کام لیجیے' اعلیٰ سے اعلیٰ باتیں نکلیں گی' لیکن جب تک آپ اسے قائم کر کے اس کا نمونہ نہ دکھائیں' یہ ثابت نہ کریں کہ یہ قابلِ عمل ہے' یہ نافذ کیا جا سکتا ہے' اُس وقت تک وہ حجت اپنے درجہ اتمام کو نہیں پہنچ سکتی۔ افلاطون نے ایک کتاب لکھی تھی: ''The Republic''۔ اس میں اس نے نقشہ کھینچا کہ نظام ایسا ہونا چاہیے' حکومت ایسی ہونی چاہیے' فلاں معاملات ایسے ہونے چاہئیں۔ اور وہ کتاب' ایک کتاب کی حیثیت سے' اس قدر وقیع ہے کہ 2300 برس سے دنیا میں موجود ہے۔ ورنہ لاکھوں کتابیں چھپتی ہیں' ختم ہو جاتی ہیں' ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ کتاب تو وہی باقی رہتی ہے جس کے اندر کوئی وزن ہو' جس میں کوئی ٹھوس مواد ہو۔ اور ''Republic'' آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ لیکن اس کتاب میں افلاطون نے جو نظام پیش کیا تھا وہ کہیں ایک دن کے لیے بھی قائم نہیں ہوا۔ لہٰذا وہ حجت نہیں ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ یوٹوپیا ہے' ایک خیالی جنت کا نقشہ کسی نے کھینچ دیا ہے' لیکن یہ ہونے والی بات نہیں ہے بابا! کیا کہہ رہے ہو؟

اب میں بڑی سادہ سی مثال دے رہا ہوں۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے: ((سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ)) ''قوم کا سردار اُس کا خادم ہوتا ہے''۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ جی ہاں' بہت اعلیٰ بات ہے' بڑی اچھی شاعری کی ہے آپ نے' لیکن یہ ہونے والی بات نہیں ہے' سردار' سردار ہوتا ہے' خادم کیسے ہو گا؟ لیکن کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ دکھا دیا یا نہیں؟ کیا خلیفہ وقت کی حیثیت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر آٹے کی بوری اٹھا کر اس خاندان کو نہیں پہنچائی جس کے بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے؟ لاکھوں مربع میل کے اوپر ان کا حکم چل رہا ہے اور اپنے کندھے پر آٹے کی بوری اور دیگر سامانِ خورد و نوش اٹھا کر انہیں پہنچا کر آتے ہیں۔ غلام نے کہا بھی کہ حضور میں حاضر ہوں' میں لے چلتا ہوں۔ فرمایا: نہیں' قیامت کے دن تم میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ رات کے وقت گشت کر رہے ہیں اور ایک گھر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کی تیمارداری کرنے والی کوئی عورت' کوئی دایہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر جا کر خاتونِ اوّل یعنی اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر آئے اور آپؓ کی اہلیہ نے جا کر وہاں دایہ گیری کی۔ تو ''سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ'' کا نقشہ دکھایا یا نہیں؟ اسی طرح انسانی مساوات کا نقشہ پیش کر کے دکھایا یا نہیں؟ بیت المقدس کا سفر ہو رہا ہے' سرکاری سفر ہے' کوئی پرائیویٹ سفر نہیں ہے' کوئی علاج معالجے کے لیے نہیں جا رہے' معاذ اللہ' بلکہ بیت المقدس کا چارج لینے کے لیے جا رہے ہیں' اور کس شان کے ساتھ کہ صرف ایک اونٹ اور ایک خادم ساتھ لیا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی دستہ ہونا چاہیے' کوئی باڈی گارڈ ہونے چاہئیں۔ آج کل کہا جاتا ہے کہ کوئی باقاعدہ گروہ ساتھ جانا چاہیے' جس کو Entourage کہا جاتا ہے۔ ایک خلیفہ وقت ہے' ایک اُن کا خادم اور ایک اونٹ۔ چونکہ راستے کا راشن بھی اُسی اونٹ پر ہے لہٰذا ایک وقت میں صرف ایک آدمی سوار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک منزل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اوپر بیٹھتے ہیں اور خادم نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتا ہے۔ اگلی منزل میں خادم اوپر بیٹھتا ہے اور خلیفہ وقت نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے ہیں۔ جب بیت المقدس میں پہنچتے ہیں تو وہاں غلغلہ مچ گیا کہ ''آ گئے عمرؓ' آ گئے عمر رضی اللہ عنہ''۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس محاذ کے سپہ سالار تھے' وہ استقبال کے لیے آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کی نکیل پکڑے چلے آ رہے ہیں اور خادم اونٹ پر بیٹھا ہے' اس لیے کہ آخری منزل میں سوار ہونے کی باری اس کی تھی۔ حالانکہ اُس نے ہاتھ جوڑ دیے تھے کہ خدا کے لیے امیر المومنین' آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں' لوگ کیا کہیں گے! لیکن آپؓ نے فرمایا: اَلدَّوْرُ دَوْرُكَ۔ نہیں! اب باری تمہاری ہے۔ یہ حساب کا معاملہ ہے' تمہاری باری ہے' تم بیٹھو۔ راستے میں کہیں کیچڑ بھی تھا لہٰذا جوتے اپنے ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے ہیں تو ایک ہاتھ میں جوتے اٹھائے ہوئے ہیں اور ایک میں اونٹ کی نکیل پکڑ رکھی ہے۔ اس دور میں یہ کہانیاں معلوم ہوتی ہیں' اَن ہونی باتیں معلوم ہوتی ہیں' لیکن یہ مصدقہ تاریخی واقعات ہیں۔ یہ کوئی پانچ چھ ہزار سال پرانی بات نہیں ہے۔ انسانی تاریخ کے اندر چودہ سو برس کیا ہوتے ہیں! یہ تمام تاریخ محفوظ ہے' ایک ایک چیز محفوظ ہے۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ پر رسالت کی تکمیل اس درجے میں یوں ہوئی کہ جو دینِ حق آپؐ پر کامل ہو گیا' اسے آپؐ نے عملاً قائم کر کے اور نافذ کر کے دکھایا۔ یہ ہے درحقیقت تکمیلِ رسالت کا مظہرِ اوّل۔

تکمیلِ رسالت کا مظہرِ ثانی' جو میں بیان کرنے لگا ہوں' یہ معمولی بات نہیں' بلکہ بہت بڑی بات ہے اور سیرت کا یہ حصہ اکثر و بیشتر لوگوں کے سامنے نہیں ہے۔ ہمارے ہاں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں' سیرت کے جلسے ہوتے ہیں'

حضور ﷺ کے مناقب بیان کیے جاتے ہیں‘ حضور ﷺ کی فضیلتیں بیان ہوتی ہیں‘ آپؐ کے گیسوؤں کی بات ہوتی ہے‘ آپؐ کا سایہ تھا یا نہیں تھا‘ اس کی باتیں ہوتی ہیں‘ حالانکہ یہ سب باتیں غیر متعلقہ ہیں‘ جبکہ اصل سیرت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد خالص انسانی سطح پر کی ہے اور اس میں معجزات کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے تکلیفیں جھیل کر‘ مصائب برداشت کر کے‘ فاقے جھیل کر‘ زخم جھیل کر‘ اپنا خون زمین پر گرتا ہوا دیکھ کر‘ اپنے 259 جاں نثاروں کی لاشیں دیکھ کر اور خاک و خون سے گزر کر یہ کام کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بس دعا مانگی اور بیڑا پار ہو گیا۔ تین برس کی شعب بنی ہاشم کے اندر نظر بندی کو یاد کیجیے۔ یہاں کی جیل میں کھانے کو تو ملتا ہے‘ وہاں کھانے کی بھی پابندی تھی۔ اس دوران ایسا وقت بھی آیا کہ بنو ہاشم کے پھول جیسے بچے بھوک سے بلکتے تھے اور اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ سوکھا چمڑا ابال کر اس کا پانی ان کے حلق کے اندر ٹپکا دیا جائے۔

اور طائف میں جو نقشہ پیش آیا ہے ؎

رسوا سرِ بازارے آں شوخ ستم گارے

اور ؎

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے‘ سو گزری
تنہا پسِ زنداں‘ کبھی رسوا سرِ بازار!

طائف پہنچ کر آپ ﷺ نے وہاں کے تینوں بڑے سرداروں سے گفتگو کی۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایسے چبھنے والے جملے کہے جو کلیجے کو چیر دیتے ہیں۔ پھر آوارہ لڑکوں کو اشارہ کیا کہ ذرا ان کی خبر لو‘ یہ نبی بنے پھرتے ہیں‘ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ پتھراؤ شروع کر دیتے ہیں۔ ساتھ صرف ایک جاں نثار حضرت زید بن حارثہؓ ہیں۔ وہ سامنے سے آ کر روک بنتے ہیں‘ ڈھال بنتے ہیں تو پیچھے سے پتھر آ رہے ہیں۔ وہ پیچھے کی طرف جاتے ہیں تو سامنے سے پتھر آتے ہیں۔ جسم اطہر لہولہان ہو گیا ہے‘ خون بہہ بہہ کر جا کر جوتیوں میں جم گیا ہے۔ غشی طاری ہوئی ہے‘ آپؐ تھک کر بیٹھ گئے ہیں تو وہ غنڈے آتے ہیں۔ ایک نے ایک بغل میں ہاتھ ڈالا‘ دوسرے نے دوسری بغل میں ہاتھ ڈالا کہ اٹھو چلو۔ محمد عربی ہیں‘ سید المرسلین ہیں‘ محبوب رب العالمین‘ سید الاولین والآخرین ہیں اور یہ نقشہ ہے۔ یہ ہے سیرت‘ جسے بہت کم بیان کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے قلب کی گہرائیوں سے جو دعا نکلی ہے‘ واقعہ یہ ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے کلیجہ شق ہوتا ہے۔ جب وہاں سے نکل کر باہر آئے اور ایک باغ میں تھوڑی سی دیر کے لیے سستانے کو بیٹھ گئے تو وہاں اب آپؐ نے مناجات کی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ)) ”اے اللہ! تیری جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں اپنے وسائل اور طاقت کی کمی کی اور لوگوں کے سامنے جو رسوائی ہو رہی ہے اس کی“۔ کہاں جاؤں‘ کس سے فریاد کروں؟ تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں۔ ((اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ؟)) ”تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے؟“ ((اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَوْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ اَمْرِيْ؟)) ”کیا دشمن کے حوالے مجھے کر دیا ہے کہ جو چاہے کر گزرے؟“ ذرا اندازہ کیجیے! یہ الفاظ کہاں سے نکل رہے ہیں۔ لیکن پھر یہ فریاد کیا رخ اختیار کرتی ہے: ((اِنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا اُبَالِيْ)) ”پروردگار! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے“۔ ؎ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے!

یہ میں نے سیرت کا ایک نقشہ دکھایا ہے۔ وحی کے آغاز کے بعد سے حضور ﷺ کی 23 برس کی زندگی دن رات کی مشقت اور محنت سے عبارت ہے۔ جو نکتہ سمجھنے کا ہے‘ وہ کیا ہے! اس جدوجہد میں معجزات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ حضور ﷺ کا اصل معجزہ قرآن مجید ہے۔ قرآن کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ کفارِ قریش کہتے تھے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات ملے‘ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو معجزے ملے ایسا کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اللہ کا فیصلہ تھا کہ نہیں دکھائیں گے‘ ہمارا معجزہ قرآن ہے! حضرت موسیٰؑ کے معجزوں کو دیکھ کر کون ایمان لے آیا تھا؟ کیا فرعون نے مان لیا تھا؟ کیا یہودی حضرت عیسیٰؑ کے معجزے دیکھ کر ایمان لے آئے تھے؟ ایسے معجزے جن سے بڑے حسی معجزے ممکن ہی نہیں ہیں۔ مردے سے کہا جائے ”قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ“ اور وہ کھڑا ہو جائے‘ چلنا شروع کر دے‘ یا یہ کہ گارے سے ایک پرندے کی شکل بنائی‘ اس میں پھونک ماری اور وہ اڑتا ہوا پرندہ ہو گیا۔ احیائے موتی اور تخلیقِ حیات سے آگے کوئی شے ہے؟ باقی یہ کہ مادرزاد اندھے کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی آ گئی‘ یہ تو نسبتاً چھوٹی چیزیں ہیں۔ تو کیا مردوں کو زندہ ہوتے دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے؟ نہیں‘ بلکہ لوگوں نے کہا یہ جادوگر ہے اور جادو کفر ہے‘ لہٰذا کافر ہو گیا‘ مرتد ہو گیا‘ واجب القتل ہے‘ اس کو سولی پر چڑھا دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں طے کیا کہ اب معجزے نہیں دکھائے جائیں گے۔ کوئی ہدایت کا طالب ہے تو قرآن موجود ہے‘ جو سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اور کوئی ہدایت کا طالب نہیں ہے تو بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے گا۔

خاص طور پر یہ بھی نوٹ کیجیے کہ جب بنی اسرائیل کو صحرا میں بھوک لگی تھی اور کھانے کو کچھ نہیں تھا تو من و سلویٰ نازل ہوئے تھے یا نہیں؟ لیکن یہاں جیش العسرہ‘ سفرِ تبوک کے دوران بھوک کا یہ عالم اور رسد کی کمی کا یہ حال کہ تین تین مجاہدین کو چوبیس گھنٹوں کا راشن ایک کھجور دی گئی۔ پہلے ایک شخص نے اسے منہ میں رکھا اور چوس لیا‘ پھر دوسرے کو دے دیا اس نے چوس لیا پھر تیسرے کو دے دیا۔ اس سے تینوں کو کچھ گلوکوز مل گیا‘ کچھ انرجی حاصل ہو گئی۔ بتایئے! من و سلویٰ کیوں نازل نہیں ہوا؟ کیا بنی اسرائیل اللہ کو زیادہ محبوب تھے حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں سے؟ کیا موسیٰ علیہ السلام زیادہ عزیز تھے محمد رسول اللہ ﷺ سے؟ غزوۂ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی کہ کئی کئی وقت کا فاقہ ہے‘ کمریں دوہری ہوئی جا رہی ہیں تو کمر سے پتھر باندھ لیے ہیں۔ پیٹ کے اوپر پتھر رکھا اور چادر سے کس لیا تاکہ کمر سیدھی رہے۔ پھر صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر فریاد کی کہ حضور! اب یہ فاقہ کشی ناقابل برداشت ہو رہی ہے‘ دیکھیے ہم نے یہ پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ اپنا کرتۂ مبارک اٹھا کر دکھاتے ہیں‘ وہاں دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ یہ سارے نقشے سیرت کے ہیں‘ لیکن ہمارے ہاں سیرت کے جلسے ہوتے ہیں تو ان کا موضوع کیا ہوتا ہے ؎

حسنِ یوسف‘ دمِ عیسیٰ‘ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

یعنی اے محمد ﷺ! تمام انبیاء کو جو خوبیاں دی گئیں وہ ساری کی ساری تنہا آپؐ کو دے دی گئیں۔ یوسف علیہ السلام بہت حسین تھے‘ ان سے بڑھ کر حسن حضرت محمد ﷺ کو عطا کر دیا گیا‘ دمِ عیسیٰ اور یدِ بیضا جیسے معجزات آپؐ کو عطا کر دیے گئے! لیکن حضور ﷺ کی یہ حدیث آپ کو کوئی نہیں سنائے گا کہ ”تمام نبیوں پر جو تکالیف آئی ہیں‘ میں نے تنہا وہ ساری جھیلی ہیں“۔ بہرحال اس پوری بحث کا

نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا یہ معجزوں سے نہیں ہوا' یہ دعاؤں سے نہیں ہوا۔ یقیناً دعائیں بھی ہوئی ہیں' اس میں کوئی شک نہیں' اللہ کی مدد بھی آئی ہے' مثلاً غزوۂ بدر میں اللہ کی مدد آئی ہے اور مدد کا دروازہ آج بھی بند نہیں ہے ؎

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی!
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

مدد تو اب بھی آئے گی۔ معجزہ صرف نبیوں کے لیے ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کے لیے بھی بعض معجزے ہیں۔ بعض مواقع پر تھوڑا سا کھانا بہت سے لوگوں کے لیے کفایت کر گیا۔ ایسی کرامات کی نوعیت کی چیزیں ضرور ہوئی ہیں' لیکن ایسے معجزات نہیں آئے جیسے ہم بنی اسرائیل کے معاملے میں دیکھتے ہیں کہ دھوپ پریشان کر رہی ہے تو ساتھ کے ساتھ بادل چل رہا ہے: ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ﴾ بنی اسرائیل چھ لاکھ تھے جو مصر سے نکلے تھے۔ اندازہ کیجیے کہ یہ قافلہ جب چلتا ہوگا تو کتنا بڑا ایریا ہوتا ہوگا' اور اس کے اوپر سائبان کی طرح مسلسل ابر ساتھ ساتھ جا رہا ہوتا۔ یہاں تو نہیں ہوا! یہاں جو کچھ ہوا ہے' زمین پر قدم بقدم چل کر ہوا ہے' عام انسانی سطح پر ہوا ہے' محنت اور مشقت سے ہوا ہے' تکلیفیں جھیل کر اور مصائب برداشت کر کے ہوا ہے' آزمائشوں اور امتحانات سے گزر کر ہوا ہے۔ حضور ﷺ کا اپنا خون دو مرتبہ گرا ہے۔ اگرچہ حضور اکرم ﷺ کی اپنی خواہش تو یہ تھی:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ, لَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيَا. ثُمَّ اُقْتَلُ. ثُمَّ اُحْيَا. ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيَا. ثُمَّ اُقْتَلُ)) (صحیح البخاری)

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میری شدید خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔''

لیکن اللہ کے رسول قتل نہیں ہو سکتے۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ ایک فرق یہ نوٹ کر لیجیے کہ نبی تو قتل ہو سکتا ہے لیکن رسول قتل نہیں ہو سکتا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام صرف نبی تھے' قتل ہو گئے' لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف نبی نہیں تھے' رسول بھی تھے ﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ لہٰذا وہ قتل نہیں ہو سکتے تھے' وہ سولی نہیں چڑھائے جا سکتے تھے' انہیں زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا' اور وہ دوبارہ آئیں گے۔ بہرحال یہ ہے میرے نزدیک تکمیل رسالت کا دوسرا مظہر۔

معراجِ انسانیت کا مظہرِ اَتم

تکمیل رسالت کے دوسرے مظہر کے لیے میں نے یہ عنوان مزید قائم کیا ہے۔ دیکھئے اللہ نے انسان کو پیدا کیا' آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' خلیفۃ اللہ بنایا' مسجودِ ملائک بنا دیا' تمام فرشتے ان کے سامنے جھکا دیے۔ قرآن حکیم میں ایک سے زائد مقامات پر یہ الفاظ آئے ہیں: ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾ یہاں جمع کے تین اسلوب ہیں: فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ ''تمام فرشتوں نے سجدہ کیا''۔ كُلُّهُمْ ''سب نے کیا''۔ اَجْمَعُوْنَ ''سب نے مل کر کیا''۔ لیکن اس انسان کے اندر اللہ نے کیا کیا قوتیں رکھی ہیں' اس کا کامل ترین مظہر شخصیت محمدیؐ ہے۔ انسانیت کی عظمت کو دیکھنا ہو' اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ محمد عربی ﷺ ہیں۔ علامہ اقبال نے غالب کے بارے میں ایک شعر کہا تھا: ؎

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا!

اے غالب! تیری شخصیت اور تیرے اشعار سے انسان کی سوچ پر یہ بات کھلی کہ انسان کا تخیل کہاں تک جا سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے یہ بات واضح ہوئی کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہے۔ لہٰذا معراجِ انسانیت کا ظہور اور اس کا مظہر اَتم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (جاری ہے)

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد جامع القرآن کمپلیکس، بیپوٹ نزد نیلور، اسلام آباد'' (پنجاب شمالی) میں

11 تا 17 اکتوبر 2026ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

16 تا 18 اکتوبر 2026ء (بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ، تصادم کا مرحلہ اوّل، صبر محض، عدم تشدد اور اعادہ سابقہ مذاکرہ۔

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-2751014 / 051-4866055 / 0316-5087237

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

راکھ کا ڈھیر......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اسلام آباد میں 28 تا 30 ستمبر شنگھائی کو آپریشن تنظیم کی میٹنگ ہوئی۔ اس سے وقتی طور پر لانگ مارچ سے اسلام آباد راولپنڈی جو 'کنٹینرستان' بنا ہوا تھا، کھل گیا۔ چین، روس، کرغستان، قزاقستان، تاجکستان کی آمد مبارک کہ ہم ناحق ہمہ وقت پاکستان کا نام ہی گویا بگاڑ بیٹھے۔ دارالحکومت کنٹینروں کا شہر بن گیا۔ یہ معیشت اور عوام پر کتنا گراں ہے، کہ کاروبارِ زندگی، آمد و رفت، تجارت، دفاتر، تعلیم سبھی معطل۔ مال سے بھرے کنٹینروں پر قبضہ صرف مالکان کا نقصان نہیں۔ اموالِ تجارت کی زد میں بالآخر عوام ہی آتے ہیں۔ ان کنٹینروں کا کرایہ اور پولیس کی بھاری نفری پر روزانہ کروڑوں روپے عوام کے ٹیکسوں سے ادا ہو رہے ہیں! ایک نسل 'دھرنوں کے دھرنے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں' کے نتیجے میں تعلیم، جس میں توجہ، محنت، دل سوزی پہلے ہی عنقا ہے، مزید تباہ ہوئی جاتی ہے۔

احتجاج عوام کا حق ضرور ہے مگر افہام و تفہیم سے معاملات کو بہتر نہج پر سلجھایا جائے۔ چھین کر، کرسی لینے کے رویے درست کیے جائیں۔ 43200 پولیس نفری کی تعیناتی، اٹک، پنڈی، جہلم، مری، چکوال میں تعینات۔ کالج، سکول خالی کروا کر، وہاں اب ان کے کھانے پانی کا انتظام مزید۔ پنڈی پانی کی کمی کا شکار، شہری شدید نالاں۔ پرائیویٹ ٹینکر کم یاب اور مہنگے ہیں۔ عالمی سطح پر پٹرول کے ہاتھوں ستائے عوام تمام اشیائے ضروریہ کی مہنگائی بھگتنے پہلے ہی اُلجھے پڑے تھے۔ ایران کے بعد حوثیوں کی یمن سے تیل کی ترسیل کی راہ میں باب المندب پر پہرہ نجانے کیا دن دکھائے گا۔

اسرائیلی وزیراعظم کو ان کے بہت بڑے یہودی پیشوا یہ مژدہ سنا چکے ہیں کہ ان کا یہودی مسیحا، (جو عین جنگی مجرم وزیراعظم اور ان کی ظالم کابینہ کے مطابق ہے) انہی کی قیادت کے دوران آئے گا۔ سو دجال کے ظہور سے پہلے جو حالات (احادیث میں مذکور، جسے یہودی، صہیونی پڑھ کر تیاری کرتے آئے ہیں) مطلوب ہیں، نیتن یاہو بلکہ اسرائیل اور امریکہ مل کر انہیں پیدا کرنے میں تندہی سے دن رات ایک کر رہے ہیں۔ یہودیوں کی یک جائی، گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بدلا جا رہا ہے۔ ایک بہت بڑی ہولناک جنگ ہونا بھی اس کی آمد کی اہم علامات میں سے ہے۔ مسجدِ اقصیٰ کا (نعوذ باللہ) انہدام اور ہیکل کی تعمیر بھی ضروری ہے۔ سو تینوں اہداف پر کام جاری ہے۔ مسجدِ اقصیٰ پر زیرِ زمین کھدائیاں 1967ء سے جاری ہیں۔ اس سال جس جوش و جذبے، کف آلود دیوانگی کے ساتھ یہودیت کے مقدس ترین دن یوم کپور پر نیتن یاہو اور اس کی بیوی نے وہاں کا دورہ کیا۔ سینکڑوں اسرائیلیوں کے ساتھ متعصب ترین وزیر گویر بن اتمار نے اقصیٰ پر دھاوا بولا، وہ بہ زبانِ حال ان کے خطرناک عزائم کا اظہار ہے۔

یو این جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت اور دھواں دھار تقریر کے ارادے سے نیتن یاہو نیویارک گیا۔ پلان تو یہودیوں کی بڑی آبادی کے شہر نیویارک اور دیگر ریاستوں میں بھی جانے کا تھا۔ مگر نیویارک میں نیتن یاہو کے لیے کھلے مخالف جذبات کا اظہار کرتا میئر نیویارک زہران ممدانی، راہ کی رکاوٹ بن گیا۔ اپنی راجدھانی میں ڈرے سہمے چند گھنٹوں کا چکر لگا کر لوٹ جانا 'گریٹر اسرائیل' کے معمار کو نہایت گراں گزرا۔ ممدانی پر چنگھاڑنے، برا بھلا کہنے کے سوا وہ کچھ نہ کر سکا۔ رہی سہی کسر اسے آئینہ دکھانے کو جنرل اسمبلی میں دنیا بھر کے ممالک کے سفارت کاروں نے نکال دی۔ جونہی تقریر کرنے نیتن یاہو رونما ہوئے مسکراتے ہوئے ساٹھ، ستر ممالک کے نمائندے باآواز بلند احتجاج کرتے باہر نکل گئے۔ بھاری تعداد میں خالی کرسیاں دجال کے چیف سیکرٹری کا منہ چڑاتی خطاب سنتی رہیں۔ ٹرمپ نے بھی ملاقات کا وقت نہ دیا (چینی صدر کی آمد اہم تر تھی)۔ یہ ضرور ہوا کہ موصوف کا آنا امریکہ میں (بقول صدر ٹرمپ) 'تاریخی طوفان' ہمراہ لایا۔ درجنوں ریاستوں میں ہنگامی حالات ('آفت') کے نفاذ، 'Disaster' کا اعلان کرنا پڑا۔ ملک بھر میں جا بجا شدید تند و تیز ہوائیں، بگولے، برفباری، ژالہ باری، اچانک شدید سردی بلا بن کر ٹوٹ پڑی، علاقے بجلی سے محروم، جہازوں کی پروازیں منسوخ ہوئیں۔

انہی طوفانوں کی زد میں فلسطینیوں کے لیے امریکی گویئے میکلمور (جو ان کے حق میں پامردی دکھاتے نہایت مقبول ہوا۔) کے ساتھی شیران، جو اس کا ساتھ چھوڑ گیا تھا، کے سارے پروگرام بھی منسوخ ہو گئے۔ ان طوفانوں کو شیران کے لیے اس کے موقف کی بنا پر بدشگونی جانا گیا۔ مظلوم فلسطینی قوم کا زبردست حامی میکلمور 'فلسطین آزاد کرو' (FreePalestine) ٹور پر اب نہ صرف لندن، پیرس، ڈبلن میں پروگرام کرے گا بلکہ ان سے حاصل شدہ رقوم فلاحی فلسطینی تنظیموں کو دے گا۔ اگرچہ یہ گانے بجانے والوں کی کہانی ہے۔ مگر ان کا تذکرہ نہ صرف ہوا کا رخ بتاتا ہے، بلکہ دو ارب مسلمانوں کو آئینہ بھی دکھاتا ہے۔ ہمارا جذبۂ اخوت ہمارے سوئے ہوئے ایمان کو ان کے حق میں اٹھا کھڑا کرنے کو ناکافی ثابت ہوا۔

اسی طرح شدید جذباتی امریکی اینکر Ana Kasparian کو نیتن یاہو، اسرائیل، ٹرمپ اور اس کی اسرائیل نواز پالیسی کے خلاف گرجتا برستا سن لیں تو حیران رہ جائیں۔ ایسے بے شمار پروگرام مغربی چینلوں پر چلتے، اخباروں میں تجزیے چھپتے دیکھ کر ہم اسرائیل پر انہیں شدید برافروختہ پاتے ہیں۔ اللہ ان کے ضمیروں کی زندگی کے یہ ثبوت قبول فرما کر انہیں ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔ شاید اُمت میں تازہ خون کی آمد، فلسطینی شہداء کے مبارک خون کی برکت، اسے حیات تو بخش دے۔ شہداء کا خون تو یوں بھی بظاہر زمین پر گرتا ہے، مگر جیتے جاگتے مسلمانوں کی رگوں میں بھی اتر جایا کرتا ہے۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے!

حماس کے سیاسی بیورو کے ممبر خالد مشعل نے انتباہ کیا کہ اقصیٰ کے نواح میں اسرائیل اقصیٰ پر مکمل کنٹرول کی کارروائیاں کر رہا ہے۔ اقصیٰ ایک دوراہے پر ہے۔ اس کے تحفظ کے لیے مزاحمت اور جہاد کے اقدامات درکار ہوں گے۔ انتہا پسند یہودی مکمل قبضے کے لیے پورا زور لگا

رہے ہیں۔ انہوں نے عرب اور اکثریتی مسلم ممالک سے اقصیٰ کی پشت پناہی کی درخواست کی۔ مشعل نے یوم کپور پر تقن یا ہو اور اسرائیلیوں کے مقدس مقامات پر دھاوے کے ایک ہفتے بعد یہ بات کی۔ انہوں نے فلسطینیوں پر زور دیا کہ وہ اقصیٰ میں اپنی مستقل موجودگی یقینی بنائیں۔

مسلم ورلڈ لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد العیسیٰ نے ان اشتعال انگیزیوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے مترادف ہے۔ بین الاقوامی برادری اسے روکے۔ مسجد اقصیٰ کی قانونی حیثیت کو مجروح کر کے قانون شکنی کی جارہی ہے۔

سمجھ لیجیے کہ بین الاقوامی انتظام اقصیٰ کے لیے یوں طے شدہ ہے کہ: یہ علاقہ کلیتاً مسلم عبادت کا مقام ہے۔ پورے 14,400 مربع کلومیٹر کا کمپلیکس۔ بشمول قبۃ الصخرۃ، قبلی مسجد، اردگرد کے صحن، گیٹ اور مذہبی عمارات۔ یہ اسلامی وقف ہے جو مذہبی امور، اردن کی زیر نگرانی ہے۔ غیر مسلم متعین اوقات میں آ تو سکتے ہیں مگر عبادت کے حقوق صرف مسلمانوں کے ہیں۔ حالیہ مہینوں میں اسرائیل نے یہودیوں کو بار بار گھسالانے کی جسارت سے وقف کی اتھارٹی، قوت نافذہ کو کمزور کیا ہے۔ وہ اقصیٰ کی بے حرمتی کے مرتکب ہیں۔

امینہ شریف 'مڈل ایسٹ آئی' (20 اگست) میں لکھتی ہیں کہ کیا غزہ کے بعد مسلمان، الاقصیٰ کا تحفظ کر سکیں گے؟ طویل عرصے سے جس کا خدشہ تھا، وہ وقت قریب آ لگا ہے۔ الاقصیٰ (قبلۂ اول، مقامِ معراج نبیؐ) کی حیثیت بدلنے کی باتیں اب بلند آہنگ ہو رہی ہیں۔ کیا مسلم اُمت اس کے لیے تیار ہے؟ 3 سال سے دنیا، 2 ارب امت غزہ کو دن رات تباہ ہوتے دیکھتی رہی۔ سیاسی خودمختاری بھی ختم ہوگئی۔ پوری اُمت کا ردعمل فیصلہ کن نہ بن سکا۔ غزہ نے مسلمانوں کی کمزوری کا راز فاش کر دیا۔ جب وہ غزہ کی آبادی، (ننھے جان جگر بچے بھی) نہ بچا سکے تو اقصیٰ کو کیونکر بچا ئیں گے؟

اُمت روحانی سیاسی سطح پر کھوکھلی ہو چکی۔ قربانی دینے سے خود کو بچاتے رہے۔ کیریئر، بزنس، ذاتی خواب، خواہشات آڑے آتی رہیں۔ فرمانِ نبویؐ کی روشنی میں اُمت مفلوج ہو چکی، حب الدنیا، کراہیت الموت کے ہاتھوں!

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

❁❁❁

پریس ریلیز 2 اکتوبر 2028ء

بھارت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کی شہادت مودی حکومت کی مسلم دشمنی کا واضح مظہر ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی ماڈل کے مطابق ہندوؤں کو بسا کر مسلمانوں کی نسل کشی کی سازش انتہائی تشویش ناک ہے۔ پاکستان کا فرض ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور خود بھارت میں ظلم و ستم کے شکار مسلمانوں کی عملی مدد کرے۔

شجاع الدین شیخ

بھارت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کی شہادت مودی حکومت کی مسلم دشمنی کا واضح مظہر ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی ماڈل کے مطابق ہندوؤں کو بسا کر مسلمانوں کی نسل کشی کی سازش انتہائی تشویش ناک ہے۔ پاکستان کا فرض ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور خود بھارت میں ظلم و ستم کے شکار مسلمانوں کی عملی مدد کرے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ وزیر اعظم پاکستان نے حال ہی میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب کے دوران مقبوضہ کشمیر پر بھارتی مظالم کا ذکر تو کیا لیکن بھارت سے 5 اگست 2019ء کے وحشیانہ اقدام کو واپس لینے کا مطالبہ نہیں کیا۔ پھر یہ کہ کشمیر اور بھارت کے مسلمانوں کی 'سیاسی، سفارتی اور اخلاقی' مدد کا ورد تو دیا جا رہا ہے مگر عملی اقدامات کیوں نہیں کیے جا رہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مودی حکومت 2014ء سے بھارت اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی نسل کشی کی منصوبہ بندی میں ملوث ہے۔ بین الاقوامی اداروں کی رپورٹس کے مطابق بھارت میں 2020ء سے اب تک کم و بیش 2166 مساجد شہید کی جا چکی ہیں۔ مودی کے ادوارِ حکومت میں بھارت کے مسلمانوں پر زندگی تنگ کر دی گئی ہے۔ 5 اگست 2019ء کے بعد سے اب تک مودی حکومت نے اسرائیلی ماڈل کو اپناتے ہوئے مقبوضہ کشمیر میں بڑی تعداد میں ہندوؤں کو بسا کر مسلم آبادی کے تناسب کو کم کر دیا ہے، جو مقبوضہ کشمیر کو مستقل طور پر بھارت میں شامل کر کے مسلمانوں کی نسل کشی کے بھارتی منصوبہ کا ایک حصہ ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک پاکستان کا یہ فرض بنتا ہے کہ بھارت اور مقبوضہ کشمیر میں جاری مسلم مخالف اقدامات کے خلاف مضبوط اور توانا آواز بلند کرے اور دیگر مسلم ممالک کو اس حوالے سے اعتماد میں لے۔ اُنہوں نے مشورہ دیا کہ حکومتِ پاکستان دیگر حلیف ممالک مثلاً چین اور روس سے بھی مطالبہ کرے کہ وہ بھارت پر دباؤ ڈالیں کہ وہ مسلمانوں پر ظلم ختم کرے۔ پھر یہ کہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کی جانب سے علاقائی معاملات میں مصالحت کی درخواست کو بھارت میں مسلمانوں پر ظلم کو رکوانے اور نسل کشی کے منصوبہ کے خاتمے سے مشروط کیا جائے۔ ان عملی اقدامات سے بھارت پر حقیقی معنوں میں عالمی دباؤ پڑے گا اور بھارت مجبور ہو جائے گا کہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کو ختم کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ مسئلہ کا اصل اور مستقل حل یہ ہے کہ پاکستان اپنے قیام کا مقصد پورا کرے اور ملک میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا نفاذ کیا جائے۔ اس صورت میں ہم بھارت کو للکار کر عسکری کارروائی کی دھمکی بھی دے سکیں گے اور پھر اللہ کی مدد بھی ہمارے شاملِ حال ہوگی۔ ان شاء اللہ!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

شہادتِ حق کی ذِمہ داری

حافظ عاکف سعید ﷾
سابق امیر تنظیم اسلامی پاکستان

انفرادی طور پر تقویٰ اور اطاعت کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک قدم اور بھی اٹھانا ہوگا، اور وہ ہے دین حق کے غلبے کی جدوجہد۔ اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تقاضا ہے کہ ہم غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی اس نظام کے خاتمے کے لیے مربوط اور پیہم کوشش کریں جو باطل کے ایجنڈے پر چل رہا ہے اور جس کے تحت عدالتوں میں فیصلے ہو رہے ہیں۔ تاکہ اجتماعی اور ریاستی سطح پر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کے اصول پر اسلام کا مکمل عادلانہ نظام قائم ہو۔ اقامت دین کی یہ جدوجہد نبی اکرم ﷺ پر ایمان کا بھی تقاضا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف میں مومنوں کے اوصاف کے تذکرے میں فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

”تو جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے اور آپ (ﷺ) کی مدد کریں گے اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ (ﷺ) کے ساتھ نازل کیا جائے گا وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔“

نبی اکرم ﷺ کا مشن دین حق کا غلبہ تھا۔ آپ ﷺ نے جزیرہ نما عرب کی حد تک دین کو عملاً غالب کر کے دکھا دیا۔ اس عظیم مشن میں آپ ؐ کے جاں نثار صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس راہ میں ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر دین غالب ہو گیا۔ اب اس دین کو پورے روئے ارضی پر غالب ہونا ہے۔ آپ ﷺ کی نصرت کا تقاضا ہے کہ ہم اس مشن کے لیے اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں وقف کر دیں۔ اس کے بغیر ہماری بندگی بھی مکمل نہیں۔ یہ جدوجہد ہر مسلمان پر واجب ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شہادت علی الناس اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ﴾ (آیت:143) ”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ؐ تم پر گواہ ہو۔“

رسول اکرم ﷺ نے شہادت علی الناس کی ذمہ داری ادا فرمادی۔ آپ ﷺ نے اپنے قول سے بھی گواہی دے دی۔ چنانچہ آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے جو وحی آئی، آپ ﷺ صبح و شام اس کو بیان کرتے اور اُس کی وضاحت فرماتے رہے، دین کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ آپ ﷺ نے اس نظام کو بھی قائم کر کے دکھا دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی طرف سے ہم پر گواہی پوری ہو گئی۔ آپ ﷺ نے دین حق کا نقشہ دکھا کر حجت تمام کر دی۔ دنیا نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے عہد نبوی اور دورِ خلافت راشدہ میں اسلام کے نظام عدل وقسط کا حسین منظر دیکھ لیا۔ اس کی برکات وثمرات مشاہدہ کر لیے۔ اب کون ہے جو اس امر سے ناواقف ہو کہ اُس نظام میں عدل اجتماعی کس بلند سطح پر تھا، انسانی حقوق کا تصور کس قدر عظیم الشان تھا۔ اس تاریخی حقیقت سے خود عیسائی اور یہودی بھی آگاہ ہیں۔ ان کے عوام الناس اس سے آگاہ ہوں نہ ہوں، اُن کے اہل علم اس کو خوب جانتے ہیں۔ یہاں اُمت مسلمہ کو اُمت وسط کہا گیا ہے۔ اُمت وسط (درمیانی اُمت) کا ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ اُمت اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان لنک ہے۔ نبوت و رسالت کا دروازہ ابدالآباد تک آپ ؐ پر آ کر بند ہو گیا۔ اب کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ تو پھر نوع انسانی تک دین کو پہنچانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ لوگوں کو ایمانی حقائق سے روشناس کون کرائے گا؟ انہیں شیطان کے ہتھکنڈوں سے کون آگاہ کرے گا؟ بندگان خدا کو آخرت کے انجام کے حوالے سے انذار اور تبشیر کی ذمہ داری کس کے کندھوں پر ہوگی؟ یہ ذمہ داری اس اُمت پر ڈالی گئی ہے۔ اب یہ اس اُمت کی ذمہ داری ہے کہ پوری دنیا کے سامنے دین کی شہادت دے۔ شہادت حق کا تقاضا یہ بھی ہے کہ دین کو قائم کر کے دکھائیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دین کے خلاف خود گواہی دے رہے ہیں۔ ہمارا عملی رویہ دنیا والوں کو یہ بتا رہا ہے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ کو جو دین حق دیا گیا تھا، (نعوذ باللہ) وہ محض ساڑھے چودہ سو سال پہلے کے لیے تھا، آج کے لیے قابل عمل نہیں ہے۔ وہ صرف کتابوں میں لکھنے کے لیے قصیدے پڑھنے کے لیے ہے۔ دنیا والو، ہم تمہیں اسلامی نظام سے کیونکر روشناس کرائیں ہم تو خود تم سے نظام کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ گویا ہم اس معاملے میں قلاش ہیں۔ آج روئے ارضی کے دو ارب اور 58 اسلامی ممالک اپنے عمل سے پوری دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے کا نظام قابل عمل نہیں، اگر ہوتا تو سب سے پہلے خود ہم نے اُسے اپنے ہاں قائم کیا ہوتا۔

ہمیں یہ بات دل میں بٹھا لینی چاہیے کہ اللہ کی مدد اور نصرت حقیقتاً تب آئے گی جب اسلام سے بے وفائی کی اس روش کے برعکس ہم غلبۂ دین کے لیے کام کریں گے۔ جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں، یہ نوے فیصد مسلمانوں کا معاشرہ ہے۔ دین کو قائم کرنے کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ہے۔ اور اس معاملے میں سب سے بڑھ کر ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوئے ہیں، کہ اُن کے پاس طاقت و اختیار ہے۔ اگر وہ یہ کام نہیں کرتے تو قیامت کے دن سب سے بڑے مجرم وہ ہوں گے۔ ان کے ساتھ ساتھ جن کو بھی اس ذمہ داری کا شعور ہے لیکن اسے ادا نہیں کر رہے، وہ بھی مجرم ہیں۔

اس ذمہ داری سے پہلو تہی کا نتیجہ ہے کہ ہم پر ذلت و رسوائی مسلط ہے۔ اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے مسلمانو! تم لازماً نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے۔ (زبان سے بھی اور قوت سے بھی۔) اور اگر تم نے یہ کام چھوڑ دیا تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک عذاب مسلط کر دے گا۔ پھر تم دعائیں کرتے رہو گے اور وہ تمہاری کچھ نہیں سنے گا۔“ رسول اللہ ﷺ نے یہاں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اگر تم نے یہ کام چھوڑ دیا اور اللہ سے وفاداری کا تقاضا فراموش کر دیا تو پھر اللہ تمہاری دعائیں نہیں سنے گا۔ ہاں اگر ہم یہ کام کریں گے تو اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمایا

گیا: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهٗ﴾ (الحج:40) ”جو کوئی اللہ کی مدد کرے (یعنی اللہ کی زمین پر، اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرے) تو اللہ یقیناً اُس کی مدد کرے گا۔“ اگر بندے اس کو بھول کر اپنے پیٹ کے دھندوں میں دنیاداری کے چکر میں پڑے ہوئے ہوں، تو پھر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے گا۔ اس وقت ہماری یہی صورتحال ہے۔ ہم زبوں حالی کا شکار ہیں۔ ہمیں اللہ کی نصرت کی بڑی شدید ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ہمارے سر پر اس وقت ظاہراً مادی اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت یعنی امریکہ مسلط ہے۔ اس نے پاکستان کو اپنی چراگاہ بنا رکھا ہے۔ امریکا کا ایجنڈا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ اسی ابلیسی ایجنڈے کو کبھی نام نہاد ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“، کبھی غزہ پر حملوں کی صورت میں، فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کر کے تو کبھی ایران پر حملوں کی صورت میں پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس عنوان کے پیچھے ان کے جو اصل عزائم ہیں وہ ساری دنیا جانتی ہے۔ امریکہ اور اُس کے حلیف اس شیطانی کام میں ہم پاکستانیوں کو اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ہم نے آج تک یہی کہا ہے کہ زمینی حقائق دیکھنے چاہئیں۔

بہرحال اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم اپنا قبلہ درست کرے، تاکہ اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہو، ورنہ صرف چہرے بدلنے سے حالات نہیں بدلیں گے۔ شیطانی قوتوں کی ڈکٹیشن سے بچنے کا بڑا آسان راستہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی، اُس کے رسول ﷺ کی اور اس کے دین کی وفاداری اختیار کریں۔ اس راستے پر آئیں گے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہمیں سربلندی عطا فرمائے گا۔ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورۃ محمد) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“ سورۃ الحج میں فرمایا: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهٗ﴾ (آیت:40) ”اور اللہ لازماً مدد کرتا ہے اُن کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کے غلبے کے لیے اپنا تن من دھن لگانے کی ہمت اور توفیق فرمائے۔ (آمین)

❁❁❁

فلاحِ اُمت کے لیے قرآنی منشور

محمد ثاقب عباسی
حلقہ لاہور غربی

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝٣٠﴾ (سورۃ الفرقان)

”اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔“

آگے فرمایا:
﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨﴾ (سورۃ الطلاق)

”اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور ان پر (ایسا) عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا۔“

گزشتہ دنوں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ملک گیر مہم بعنوان ”اُمتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات“ کا انعقاد کیا گیا جس دوران سیمینارز، دعوتی اجتماعات، کارنر میٹنگز، انفرادی ملاقاتوں، رہائشی و کمرشل علاقوں میں ہینڈ بلز، بینرز و پول ہینگرز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ خاص و عام حتیٰ کہ اہم شخصیات، حکمرانوں اور دیگر مسلم ممالک کے سفراء تک بھی اس اہم موضوع سے متعلق پیغام پہنچایا گیا تاکہ عوام الناس و خواص کی رائے ہموار کی جا سکے اور مسلمان اُمتِ مُسلمہ اپنے حالیہ زوال کو دیکھتے ہوئے عروج یعنی اپنے اصل ہدف اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی طرف بڑھنے کے لیے کوئی لائحہ عمل طے کر سکے۔

استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ اپنی کئی تقاریر میں اُمتِ مُسلمہ کے ممالک کا نقشہ بیان کرتے ہوئے اسے ایک شاہین سے تشبیہ دیتے تھے۔ اگر پورے عرب کو اس کا جسم سمجھ لیا جائے جس میں پاکستان، ایران اور سنٹرل ایشیا سے ہوتا ہوا ملائشیا اور انڈونیشیا تک کے سلسلے کو اس کا دایاں پر اور مصر، سوڈان، لیبیا، تیونس، الجزائر سے مراکش تک کو اس کا بایاں پر۔ اتنی عظیم الشان تاریخ رکھنے والی امت جس کا دایاں پر کئی سو سال تک مسلمانوں کے زیر اثر رہا۔ دوسری طرف عرب یعنی اس شاہین کا جسم اور اس کا بایاں پر ایک وقت میں سلطنت عثمانیہ کا ایک عالی شان مرکز تھا۔ ایک وقت تھا کہ مغلیہ سلطنت دنیا کی تیس فیصد دولت کی مالک تھی، دنیا کی 25 فیصد تجارت اسی خطے میں ہوا کرتی تھی، دنیا کی بہترین کاٹن، بہترین ریشم اور مصالحہ جات یہاں پائے جاتے تھے۔ دنیا کی سب سے بڑی ڈائمنڈ مائنز یہاں ہوا کرتی تھیں۔ مگر دوسری طرف یہ وہ سلطنت تھی جس کے بادشاہ کے دربان کا کمر بند چین اور فرانس کی ریشم سے بنا آتا اور خوشبو مصر اور مراکش سے آیا کرتی۔ ایک وقت تھا کہ سلطنت عثمانیہ کے خلیفہ کی ایک للکار سے پورا یورپ لرز جایا کرتا تھا لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت کا بادشاہ جیل میں بھوکا مر رہا ہے اور ادھر سلطنت عثمانیہ چوبیس ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی اور قبلہ اوّل بیت المقدس یہود و نصاریٰ کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔

اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ ”اللہ کا قانون“۔ جو بھی انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے تو اللہ کا قانون یہی ہے کہ اُسے دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب کا مزا چکھنا ہوگا۔ اور اگر فرماں بردار ہوں تو دنیا کی بڑی بڑی بادشاہتیں اُن کے قدموں میں گر جائیں گی۔

آج مسلمانوں کی سیاست، معیشت، کلچر، لائف سٹائل، انٹرنیشنل پالیٹکس، انٹرنیشنل ریلیشنز، میڈیا اور تعلیمی نظام سے لے کر کوئی چیز بھی نہ ہمارے کنٹرول میں ہے اور نہ ہم آزادی سے اپنے فیصلے کر سکتے ہیں حتیٰ کہ کرونا وائرس کے دنوں میں ہم نے یہاں تک دیکھ لیا کہ ہم اپنی نماز تک اپنے نبی ﷺ کے طریقے پر نہ پڑھ سکے۔ یہ اسی دور کی تصویر ہے جس کے بارے میں سیدنا علی ؓ روایت کرتے ہیں کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسلام کے نام کے سوا اس میں کچھ نہیں بچے گا اور قرآن میں اس کے الفاظ کے سوا کچھ نہیں باقی رہے گا۔ (بیہقی)

آج اُمت کی کامیابی اور ترقی کے لیے کوئی روڈ میپ چاہیے یا منصوبہ، قرآن مجید کے سوا کونسی ایسی کتاب ہے جو اُمت کو کامیابی کا منشور پیش کر سکے۔ ہم میں سے کوئی فرد ہو یا ادارہ یا حکومت یا پوری اُمت، قرآن مجید اس کے سامنے پانچ نکاتی منشور پیش کرتا ہے جس پر عمل کیے بغیر دنیا میں ذلت وفساد اور بربادی وبدحالی ختم نہیں ہوسکتی۔

1. سورۃ آل عمران کی آیت 110 کے مطابق اس اُمت کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ یہ انسانوں کو خیر کی طرف بلائے اور برائیوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے روکے۔ اگر یہ اُمت اس کام کے لیے تیار ہوجاتی ہے تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگی ورنہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں سے نہیں روکو گے تو تم پر عذاب مسلط کر دیا جائے حتی کہ تم دعائیں کروگے مگر تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

2. دوسرا نکتہ یہ کہ اللہ اس کائنات کا مالک وخالق ہے تو مخلوق میں سے کون ہے جو اس کے مقابلے پر آئے اور اُس کی مخالفت کرے۔ مراکش سے انڈونیشیا تک پوری اُمت اس سودی نظام کا حصہ بن کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالف کھڑی ہے۔ آج سورۃ البقرہ کی آیت 279 ہمیں خبردار کر رہی ہے کہ سودی معیشت کو چھوڑ دو ورنہ اللہ اور اس کے رسول کا اُس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ سورۃ المجادلہ کی آیت 22 پوری اُمت کو خبردار کر رہی ہے کہ کیا کوئی اللہ کا مخالف ہو کر دنیا میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ آج اُمت کو جان لینا چاہیے کہ اللہ کا واضح اعلان ہے کہ سودی معیشت کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اللہ کو ناراض کر کے ہمارے معاملات بالخصوص ہماری معیشت میں کبھی بھی بہتری نہ آسکے گی بلکہ حالات بد سے بدتر ہونے کا خدشہ ہے۔

3. منشور کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ اُمت اتحاد کے بغیر دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہود وہنود ونصاریٰ جی سیون، جی ایٹ اور جی ٹوئنٹی جیسے سیاسی اور نیٹو جیسے عسکری اتحاد قائم کر کے اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن سورۃ الانفال کی آیت 73 اُمت کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے: ''اے مسلمانو! ان کے مقابلے میں تم بھی اپنا اتحاد قائم کرو ورنہ دنیا میں فتنہ وفساد ختم نہیں ہوسکتا۔''

4. اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ میں مسلمانوں کو خبردار کر رہے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ ان کا آپس میں ایک اتحاد بن چکا ہے اور جو بھی اس صیہونی اتحاد کا حصہ بنے گا یا اس اتحاد کا ساتھ دے گا یا اس کا اتحادی بنے گا یا اس سے خوف رکھے گا یا اس سے امیدیں وابستہ کرے گا یا اُن کی خوشنودی کے لیے بے قرار ہوگا وہ اللہ کی عدالت میں انہی میں شامل کر دیا جائے گا۔ آج کے مسلم حکمران اللہ سے زیادہ اُن سے خوف کھائیں، یا امیدیں رکھیں یا ان سے محبت کریں تو دنیا میں ان کی ذلت و بربادی کو کوئی نہیں روک سکتا۔

5. اس منشور کا پانچواں نکتہ سب باتوں کا خلاصہ بھی ہے اور حرف آخر بھی۔ سورۃ الصف کی آخری آیت کے مطابق اللہ کے دین کی مدد کے لیے ایک پکار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے لگائی تو دوسری سورۃ محمد کی آیت 7 میں نبی کامل ﷺ کی طرف سے لگائی گئی ہے کہ جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرے گا، اس پر کوئی غالب نہیں آسکے گا اور اس کے قدم مضبوطی سے جمائے رکھے گا۔ اگر معیشت مضبوط کرنی ہے، دنیا میں رسوائی سے بچ کر اپنا کھویا مقام واپس لینا ہے، امن وامان اور عدل و انصاف کا نظام تیار کرنا ہے تو قرآن سے جڑنا ہوگا، دین کی دعوت دینی ہوگی اور اسی قرآن کے ذریعے جہاد کرنا ہوگا۔ اور اگر اُمت نے یہ کام کرلیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کی گارنٹی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُمت مُسلمہ کو دینی ذمہ داریوں کا شعور عطا فرمائے، نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی توبہ کی بھی توفیق عطا فرمائے اور دنیاوی مفادات کو پیچھے رکھتے ہوئے اللہ کے دین کے وفادار بن کر نبی کریم ﷺ کے غلبہ دین کے مشن کو بذریعہ فریضہ شہادت علی الناس ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ❁❁❁

قرآنِ حکیم کی فکری و عملی رہنمائی (آن لائن کورس)

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بذاتِ خود مرتب اور بیان کردہ

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مشتمل۔ الہدیٰ سیریز کے 44 آڈیو لیکچرز

Learning Management System

موبائل فون پر لیکچر سنیں۔ موبائل فون پر پیپر حل کریں۔ موبائل فون پر رزلٹ حاصل کریں

Sign up at: www.QuranAcademyLahore.com

Whatsapp: 03334470224

مرکزی انجمن خدام القرآن 36-K Model Town Lahore

ہفت روزہ ''ندائے خلافت''

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،

ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر وفرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ واقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

مکہ کی طرف اُٹھتی نظریں......

خالد نجیب خان، معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت

مکہ مکرمہ کے گرد اگر کبھی خطرے کا کوئی سایہ بھی منڈلانے لگے تو دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن یکایک تیز ہو جاتی ہے۔ حرمین شریفین محض دو مقدس مقامات نہیں، ایک ایسی روحانی نسبت ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کی عقیدت کسی سرحد، پاسپورٹ یا سیاسی نقشے کی محتاج نہیں۔ اسی لیے جب سعودی عرب کی جانب سے یہ دعویٰ سامنے آیا کہ حوثیوں کی طرف سے مکہ مکرمہ کو نشانہ بنانے کے لیے ڈرون بھیجا گیا جسے شہر کی حدود سے باہر روک لیا گیا تو خبر نے معمول کی سفارتی تشویش سے کہیں بڑھ کر جذباتی اضطراب پیدا کیا۔ دوسری جانب حوثیوں نے اس دعوے کی تردید کرتے ہوئے اپنے بیان میں سعودی عرب کے اندر دیگر اہداف کو نشانہ بنانے کی بات کی۔

یہ واقعہ ایسے وقت میں سامنے آیا جب سعودی عرب، پاکستان اور ترکیہ کے درمیان مکہ مکرمہ میں دفاعی تعاون کے معاہدے کو زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ معاہدے کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ سوالات کی روشنائی پھیلنے لگی: اگر حرمین شریفین کی سلامتی خطرے میں پڑے تو اس دفاعی عہد کا عملی مفہوم کیا ہوگا؟ پاکستان کیا کرے گا؟ ترکیہ کیا کرے گا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا مسلمان ممالک کے درمیان دفاعی تعاون صرف معاہدوں کے صفحات تک محدود رہے گا یا کسی نازک گھڑی میں اس کی کوئی عملی صورت بھی سامنے آئے گی؟

اسلام آباد کا موقف اس معاملے میں نسبتاً واضح رہا ہے۔ پاکستان سعودی عرب کی خودمختاری، علاقائی سالمیت اور سلامتی کی حمایت کرتا ہے اور سعودی شہری و اقتصادی تنصیبات پر حملوں کی مذمت کر چکا ہے۔ پاکستانی حکام کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ دفاعی معاہدے کے تحت متعلقہ حالات میں معاہدے کی شرائط کے مطابق اقدام کیا جائے گا۔ یہ الفاظ سفارت کاری کی دنیا میں شاید مختصر دکھائی دیں، مگر ان کے پیچھے ایک بڑا سوال موجود ہے کہ "دفاعی معاہدہ دراصل دفاع کب بنتا ہے؟"

یہاں ایک فرق سمجھنا ضروری ہے۔ معاہدہ جنگ کا اعلان نہیں ہوتا، بلکہ عموماً جنگ روکنے، خطرہ کم کرنے اور فریقین کو ایک دوسرے کی سلامتی سے جوڑنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لیے کسی بھی معاہدے کی اصل طاقت اس بات میں نہیں ہوتی کہ اس پر کتنی بڑی تقریر کی گئی، بلکہ اس میں ہوتی ہے کہ بحران کے وقت اس کی شرائط کتنی واضح، ادارے کتنے مضبوط اور فیصلہ سازی کتنی موثر ہے۔

پاکستانی دفتر خارجہ کی طرف سے یہ اشارہ بھی سامنے آیا کہ اس وقت معاہدے کو مزید ممالک تک پھیلانے کے بجائے پہلے موجودہ تعاون کے ڈھانچے کو مضبوط کرنا زیادہ ضروری ہے۔ شاید یہی وہ بات ہے جسے ہماری مسلم دنیا کو بہت پہلے سمجھ لینا چاہیے تھا۔ اتحاد صرف یہ نہیں کہ چند سربراہان ایک میز کے گرد بیٹھ جائیں، تصویریں بنوائیں، اعلامیہ جاری کریں اور پھر اپنے اپنے دارالحکومت واپس چلے جائیں۔ اتحاد تو اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب مشترکہ خطرے کے وقت مشترکہ معلومات، مشترکہ حکمت عملی، مشترکہ سفارتی موقف اور ضرورت پڑنے پر مشترکہ دفاعی صلاحیت بھی موجود ہو۔

دنیا کی تاریخ میں دفاعی اتحادوں کی کمی نہیں۔ اقوام متحدہ کا قیام بھی عالمی امن کے لیے ہوا تھا، مگر بڑی طاقتوں کے مفادات، سلامتی کونسل میں اختیار کے عدم توازن اور ریاستی خود غرضیوں نے عالمی ادارے کی عملی قوت کو بارہا محدود کیا۔ اسی لیے مختلف ممالک نے اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے علاقائی اور دفاعی اتحاد تشکیل دیے۔

شمالی بحر اوقیانوس معاہدے کی تنظیم، جسے دنیا اختصار سے نیٹو کہتی ہے، اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ بوسنیا، کوسوو، افغانستان اور لیبیا کے بحرانوں میں اس اتحاد نے مختلف نوعیت کے فوجی کردار ادا کیے۔ البتہ عراق کے معاملے میں یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ نیٹو نے جنگی حملے کی قیادت کرنے کے بجائے بعد کے برسوں میں تربیتی معاون کا کردار ادا کیا۔ تاریخ میں معمولی سی درستی بھی کبھی کبھی پورے استدلال کو زیادہ معتبر بنا دیتی ہے۔

دوسری طرف مسلم دنیا کے پاس تنظیموں کی کمی نہیں۔ اسلامی تعاون کی تنظیم موجود ہے، علاقائی تعاون کی تنظیمیں موجود ہیں، جنوبی ایشیا میں علاقائی تعاون کی تنظیم بھی قانونی طور پر قائم ہے۔ اجلاس ہوتے ہیں، اعلامیے جاری ہوتے ہیں، عہدے دار موجود ہیں، دفاتر کھلے ہیں اور فائلیں بھی یقیناً اپنی پوری صحت کے ساتھ زندہ ہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ عام آدمی کو ان اداروں کی زندگی کے آثار کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔

اتحاد اگر صرف اجلاس کا نام ہے تو پھر دنیا میں اجلاس بہت ہیں اور اگر اتحاد مشترکہ قوت کا نام ہے تو پھر سوال کچھ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں مکہ دفاعی معاہدے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ سعودی عرب، پاکستان اور ترکیہ تین مختلف جغرافیائی حدود، مختلف سیاسی تجربات اور مختلف قومی ترجیحات رکھنے والی ریاستیں ہیں۔ اگر ان کے درمیان دفاعی تعاون محض کسی وقتی بحران کا ردعمل نہ ہو بلکہ مستقل ادارہ جاتی شکل اختیار کرے، تو اس کے اثرات صرف تین ممالک تک محدود نہیں رہ سکتے بشرطیکہ جذبات کو اداروں میں اور نعروں کو حکمت عملی میں تبدیل کرنا ہوگا۔

گزشتہ ربع صدی کی عالمی سیاست نے ہمیں بہت کچھ دکھایا ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کا آغاز کیا۔ افغانستان پر امریکی قیادت میں کارروائی ہوئی، بعد ازاں عراق پر حملہ ہوا، اور پھر لیبیا، شام اور مشرق وسطیٰ کے دوسرے تنازعات نے پورے خطے کو عدم استحکام کی ایک طویل زنجیر میں جکڑ دیا۔ عراق کے خلاف بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے دعوے بعد میں شدید سوالات کی زد میں آئے اور وہ جنگ آج بھی خارجہ پالیسی کی تاریخ کے بڑے متنازع ابواب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان تمام واقعات کو ایک ہی سازش کی ایک ہی لکیر سے جوڑ دینا تاریخ کو ضرورت سے زیادہ سادہ بنا دیتا ہے۔ ہر جنگ کے اپنے محرکات، اپنے فریق، اپنے مفادات اور اپنے پیچیدہ علاقائی حالات ہوتے ہیں۔ تاہم یہ سوال ضرور باقی رہتا ہے کہ گزشتہ ربع صدی میں

مشرق وسطیٰ اور مسلم دنیا میں ہونے والی مسلسل جنگوں، مداخلتوں اور داخلی تصادموں سے فائدہ آخر کس کو پہنچا؟

یہ سوال شاید کسی ایک ملک کے خلاف نعرے سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ مسئلہ صرف امریکہ یا اسرائیل کی پالیسیوں کا نہیں؛ مسئلہ مسلم ممالک کی اپنی باہمی کمزوری کا بھی ہے۔ جس دنیا میں ریاستیں اپنے دفاع، تجارت، ٹیکنالوجی، توانائی، خوراک اور سفارت کاری میں ایک دوسرے کی محتاج ہوتی جا رہی ہوں، وہاں مسلم ممالک اگر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رہیں تو بیرونی قوتوں کو مداخلت کے مواقع خود بخود ملتے رہیں گے۔

آج ایران اور بعض عرب ممالک کے درمیان کشیدگی ہو، یمن کا بحران ہو، غزہ کی تباہی ہو، لبنان کی بے یقینی ہو یا فلسطینی مسئلہ؛ ہر جگہ ایک حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسلم دنیا کے پاس آبادی ہے، وسائل ہیں، جغرافیہ ہے، توانائی ہے، بندرگاہیں ہیں، منڈیاں ہیں، افواج ہیں اور سفارتی وزن بھی ہے، مگر ان تمام قوتوں کو ایک مربوط حکمت عملی میں ڈھالنے کی صلاحیت اب بھی سوالیہ نشان ہے۔

غزہ اس سوال کی سب سے دردناک مثال ہے۔

ایک طرف انسانی تباہی کی خبریں آتی ہیں، دوسری طرف مسلم دنیا کے دارالحکومتوں سے مذمتی بیانات جاری ہوتے ہیں۔ اعلامیے آتے ہیں، قراردادیں آتی ہیں، اجلاس ہوتے ہیں، تصاویر بنتی ہیں، پھر دنیا اپنے معمول پر لوٹ جاتی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ مذمت نہیں ہونی چاہیے؛ مسئلہ یہ ہے کہ ’’مذمت کے بعد کیا ہونا چاہیے؟‘‘

اگر کسی ظلم کے خلاف صرف بیان جاری کرنا ہی پوری حکمتِ عملی ہے تو پھر سفارت کاری کی پوری لغت کا کام ایک ہی لفظ سے چل سکتا ہے: ’’مذمت‘‘

لیکن ریاستیں صرف الفاظ سے محفوظ نہیں ہوتیں۔ انہیں مضبوط معیشت، جدید دفاعی صنعت، مشترکہ انٹیلی جنس، باہمی تجارت، توانائی کے مشترکہ منصوبے، سفارتی ہم آہنگی اور ایسی سیاسی بصیرت درکار ہوتی ہے جو جذبات سے بلند ہو کر طویل مدت کو دیکھ سکے۔ اسی لیے کسی دفاعی معاہدے کو بھی محض ایک جذباتی عنوان کے طور پر دیکھنا شاید اس کی اصل اہمیت کو کم کر دے۔ اگر یہ معاہدہ واقعی دیرپا بننا ہے تو اسے شخصیات سے زیادہ اداروں، تقریروں سے زیادہ عملی منصوبوں اور وقتی بحرانوں سے زیادہ مستقل حکمت عملی سے وابستہ ہونا ہوگا۔ اور حرمین شریفین کے معاملے میں تو احتیاط کی ایک اور وجہ ہے۔

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کسی سیاسی جماعت، کسی حکومت یا کسی ایک ملک کے مذہبی اثاثے نہیں؛ دنیا بھر کے مسلمانوں کے قلب و نظر سے وابستہ مقدس مقامات ہیں۔ ان کی سلامتی پر کوئی خطرہ ہو تو اختلافات اپنی جگہ، مگر اصولی تشویش مشترک ہونی چاہیے۔ البتہ کسی بھی حملے کے دعوے کی تصدیق اور ذمہ دار فریق کا تعین جذبات نہیں بلکہ قابلِ اعتماد شواہد سے ہونا چاہیے، کیونکہ جنگ کے زمانے میں خبر بھی کبھی کبھی میزائل کی طرح استعمال ہوتی ہے۔ اور شاید یہی آج کے مسلمان حکمرانوں کے لیے اصل امتحان ہے۔ انہیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ صرف ایک دوسرے کے خلاف شکایتوں کی فہرست بناتے رہیں گے یا اپنی مشترکہ قوت کو واقعی ایک سیاسی، معاشی اور دفاعی قوت میں تبدیل بھی کریں گے۔

اتحاد کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تمام مسلم ممالک ایک جیسی حکومتیں قائم کر لیں۔ اتحاد کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہر ملک اپنی قومی ترجیحات قربان کر دے۔ اتحاد کا مطلب اتنا ضرور ہے کہ جب کسی ایک کی سلامتی خطرے میں ہو تو باقی اُسے تنہا نہ چھوڑیں؛ جب کسی کے خلاف معاشی دباؤ ہو تو دوسرے متبادل پیدا کریں؛ جب کسی قوم پر سفارتی دباؤ آئے تو باقی اُس کے ساتھ کھڑے ہوں اور جب جنگ کا خطرہ منڈلائے تو جذباتی نعروں کے بجائے پہلے سے تیار مشترکہ حکمتِ عملی سامنے ہو۔

ورنہ ہر بحران کے بعد ہم وہی سوال پوچھتے رہیں گے: ’’اتحاد کہاں ہے؟‘‘ اور جواب میں ایک اور اجلاس بلا لیا جائے گا، ایک نیا اعلامیہ جاری ہوگا، ایک اور تصویر بنے گی اور کسی فائل میں درج ہو جائے گا کہ مسلم دنیا نے ایک بار پھر ’’اتحاد پر مکمل اتفاقِ رائے‘‘ کا اظہار کر دیا ہے۔

درحقیقت مسئلہ مسلمانوں کی تعداد، وسائل یا نعروں کی کمی کا نہیں؛ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اتحاد کو ایک جذبہ سمجھ لیا ہے، حالانکہ دنیا اسے ایک ادارہ، ایک حکمتِ عملی اور ایک ذمہ داری سمجھ کر چلاتی ہے۔ مکہ کی طرف اٹھتی ہوئی دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظریں شاید اسی دن مطمئن ہوں گی جب انہیں صرف معاہدوں کے الفاظ نہیں، ان الفاظ کے پیچھے کھڑی ہوئی عملی قوت بھی دکھائی دے گی۔

❀❀❀

ہفت روزہ ندائے خلافت میں ’’ضرورت رشتہ‘‘ کے اشتہار سے متعلق ہدایات

قواعد وضوابط

(1) ندائے خلافت میں بنیادی طور پر رفقاء و رفیقات تنظیم یا ان کے قریبی رشتہ داروں کے ’’ضرورت رشتہ‘‘ کے اشتہار شائع کیے جاتے ہیں۔

(2) فی اشتہار 500 روپے ہدیہ وصول کیا جائے گا۔ رقم نقد مکتبہ خدام القرآن یا بینک اکاؤنٹ (0062 871003) مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، دبئی اسلامک بینک، پیکو روڈ لاہور کے ذریعے وصول کی جائے گی۔ رسید مکتبہ کے واٹس ایپ نمبر 0301-1115348 پر Send کریں۔

(3) رفقاء و رفیقات کے قریبی رشتہ داروں مثلاً بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی وغیرہ کے ضرورت رشتہ کے لیے بھی یہی اصول اور ریٹ کارفرما ہوگا۔

(4) ایسے خواتین و حضرات جن کو تنظیم کے ذمہ داران Recommend کریں، کا اشتہار شائع کیا جائے گا۔

(5) ایسے اشتہارات شائع نہیں کیے جائیں گے جن میں ذات پات کی پابندی یا دنیوی عہدے یا حیثیت کو شرط بنایا گیا ہو۔ نیز اشتہار میں اس بات کا تذکرہ بھی لازماً ہوگا کہ دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

(6) کسی میرج بیورو کا اشتہار شائع نہیں ہوگا۔

(7) اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امریکی مصنفہ کا مسلم خواتین کے نام خط

جوانا فرانسس

ترجمہ و تلخیص: محمد مصطفیٰ ناصر

امریکی مصنفہ اور دائیں بازو کی مشہور کیتھولک صحافی جوانا فرانسس (Joanna Francis) نے مسلمان خواتین کے نام ایک کھلا خط لکھا ہے۔ جو ایک جہاں دیدہ خاتون کے دردِ دل کی ترجمانی اور چشم کشا حقائق پر مبنی ہے۔ خط میں ایک عیسائی خاتون نے مسلمان عورتوں سے مخاطب ہو کر مغربی معاشرے کے اُن تاریک پہلوؤں کو طشت از بام کیا ہے، جنہیں ترقی، عورت کی آزادی اور خوش حالی کے خوشنما ناموں کے ساتھ پیش کر کے مسلم خواتین کو دھوکہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی مغربی عورت کی طرح اپنی سب سے قیمتی متاع، اپنی حیا، پاکیزگی، خاندان اور نسوانی وقار کو جدیدیت کے نام پر قربان نہ کریں۔ خط بہت مفصل ہے، ہم اس کے اہم نکات پر بات کرتے ہیں:

''وہ آپ کو بھی بہکانے کی کوشش کریں گے''

لکھتی ہیں: ''وہ آپ کو ایسی فلموں، ڈراموں، موسیقی اور تفریح کے ذریعے لبھانے کی کوشش کریں گے جو آپ کے جذبات اور خواہشات کو بھڑکاتی ہیں۔ وہ ہم امریکی عورتوں کی ایک ایسی جھوٹی تصویر پیش کریں گے، جس میں ہم خود کو بے حد خوش، مطمئن اور اپنی زندگی پر فخر کرنے والی دکھائی دیتی ہیں۔ ہمیں ایسے لباس میں دکھایا جائے گا جس سے ہمارے جسم کی نمائش ہو اور یہ باور کرایا جائے گا کہ خاندان کے بغیر بھی عورت مکمل اور خوش حال زندگی گزار سکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری اکثریت خوش نہیں ہے۔ یقین کیجیے! ہم میں سے لاکھوں خواتین ذہنی دباؤ اور افسردگی کی ادویات استعمال کرتی ہیں۔ بہت سی اپنی ملازمتوں سے خوش نہیں۔ ہم راتوں کو اُن مردوں کے لیے روتی ہیں جنہوں نے کبھی کہا تھا کہ وہ ہم سے محبت کرتے ہیں، پھر اپنی غرض کے لیے ہمارا استحصال کیا اور ہمیں تنہا چھوڑ دیا۔ جب محبت کے وعدے کے پیچھے کوئی مستقل عہد نہ ہو تو انسان کو بعد میں احساس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایسی چیز دے دی جس کی حفاظت کرنی چاہیے تھی۔ بعض اوقات وہ شخص چلا جاتا ہے اور عورت کے پاس صرف یادیں، آنسو اور پچھتاوا رہ جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو رومانوی فلموں میں نہیں دکھائی جاتی۔

وہ آپ کے خاندانوں کو بھی تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

وہ آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ بچے کم سے کم ہونے چاہئیں۔ وہ شادی کو غلامی کی ایک شکل بنا کر پیش کرتے ہیں، مادری زندگی کو ایک مصیبت قرار دیتے ہیں اور حیا و پاکیزگی کو فرسودہ خیالات بتاتے ہیں۔

یہاں تک کہ یورپی عورتوں کو بھی ایک طرح کی ذہنی تربیت دی گئی ہے کہ وہ یہ سمجھنے لگیں کہ مسلمان عورتیں مظلوم ہیں۔

لیکن حقیقت میں مظلوم تو ہم خود ہیں!

ہم ایسے فیشن کی غلام بن چکی ہیں جو ہماری عزت اور وقار کو گھٹاتا ہے۔ ہم اپنے جسم کے وزن کے جنون میں مبتلا ہیں۔ ہم محبت حاصل کرنے کے لیے مردوں کے سامنے التجا کرتی ہیں، جبکہ بہت سے مرد خود بڑے ہونے اور ذمہ داری قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔

اور ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں خوب جانتی ہیں کہ ہمیں دھوکا دیا گیا ہے۔ اسی لیے ہم آپ مسلمان خواتین سے متاثر ہوتی ہیں اور آپ سے حسد بھی کرتی ہیں اور آپ پر رشک بھی۔ اگرچہ ہم میں سے بعض اس اعتراف کے لیے تیار نہیں۔

براہِ کرم ہمیں للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اپنی موجودہ حالت سے خوش ہیں یا ہمیں یہ سب کچھ پسند ہے۔ ہماری اس حالت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب ہم چھوٹی تھیں تو ہماری حفاظت اور رہنمائی کے لیے مضبوط خاندان موجود نہیں رہے تھے، کیونکہ ہمارے خاندان پہلے ہی تباہ کیے جا چکے تھے۔

اور آپ جانتی ہیں کہ اس سب کے پیچھے کون ہے؟

میری بہنو! دھوکا نہ کھائیں۔ ان بھیڑیوں کو موقع مت دیں کہ وہ آپ کو بھی دھوکا دیں۔ اپنی پاکیزگی، حیا اور عفت کو برقرار رکھیں۔ ہم عیسائی عورتوں کو بھی یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ عورت کی زندگی حقیقت میں کیسی ہونی چاہیے۔ ہمیں آپ کی ضرورت ہے کہ آپ ہمارے لیے ایک مثال قائم کریں، کیونکہ ہم راستہ بھٹک چکی ہیں۔

لہٰذا اپنی پاکیزگی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور یاد رکھیں کہ جو چیز ایک بار ہاتھ سے نکل جائے، اسے ہمیشہ پہلے جیسی حالت میں واپس لانا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی پاکیزگی کی حفاظت پوری احتیاط سے کریں۔''

''ہمیں آپ سے سیکھنے کی ضرورت ہے''

جوانا فرانسس کے اس اعتراف کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ مغربی دنیا نے عورت کی آزادی کا جو تصور پیش کیا، وہ لازماً عورت کو خوشی، سکون اور تحفظ تک نہیں پہنچاتا۔ وہ مسلمان خواتین کو خبردار کرتی ہے کہ انہیں بھی اسی راستے پر چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے، جس راستے نے مغربی عورت کو تباہ کر دیا۔

ان کے بقول پہلے حیا کو ''پسماندگی'' کہا جائے گا، پھر پردے کو ''قید'' قرار دیا جائے گا، خاندان کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بتایا جائے گا اور ماں بننے کو عورت کی آزادی کے خلاف سمجھایا جائے گا۔ آہستہ آہستہ عورت کو یہ یقین دلایا جائے گا کہ اس کی اصل قدر اس کے لباس، جسم، حسن اور دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی صلاحیت میں ہے۔

وہ مسلمان خواتین سے کہتی ہیں کہ اس فریب سے بچیں۔

''آپ کی اصل قدر کیا ہے؟''

خط میں جوانا فرانسس مسلمان عورت کے حجاب، حیا اور خاندانی زندگی کو محض مذہبی رسوم نہیں بلکہ عورت کے وقار اور عزت کی علامت کے طور پر دیکھتی ہیں۔

وہ لکھتی ہیں کہ مغربی دنیا میں عورت کو آزادی کے نام پر بہت کچھ ملا، لیکن اس کے ساتھ تنہائی، خاندانی کمزوری، رشتوں کا عدمِ تحفظ اور جسمانی حسن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کا رجحان بھی بڑھا۔ ان کے نزدیک عورت کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ محض ایک جسم نہیں بلکہ محبت، وفاداری، ماں ہونے، بیوی ہونے اور

خاندان کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھنے والی ایک مکمل شخصیت ہے۔

وہ مسلمان خواتین سے کہتی ہیں کہ اگر دنیا آپ سے پوچھے کہ حجاب کیوں؟ حیا کیوں؟ خاندان کیوں؟ نکاح کیوں؟ بچوں کی پرورش کیوں؟ تو آپ کو اپنی تہذیب اور اقدار پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

''ہم سے وہ غلطی نہ دہرائیں''

اس خط کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ جوانا فرانسس مسلمان خواتین کو اپنے معاشرے کی ظاہری چمک سے متاثر ہونے کے بجائے اس کے اندر جھانکنے کا مشورہ دیتی ہیں کہ وہ اندر سے کس قدر کھوکھلا ہے۔

وہ کہتی ہیں کہ ہم نے آزادی کے نام پر بعض ایسی چیزیں قبول کر لیں جنہوں نے ہمارے خاندان کمزور کیے، رشتوں کو غیر محفوظ بنایا اور عورت کو اس کے اصل وقار سے دور کیا۔ اس لیے مسلمان خواتین کو چاہیے کہ وہ وہی غلطی نہ دہرائیں۔

وہ انہیں مخاطب کر کے کہتی ہیں:

''ہم عیسائی عورتوں کو آپ کی ضرورت ہے کہ آپ ہمارے لیے ایک مثال بنیں، کیونکہ ہم راستہ بھٹک چکی ہیں۔''

یہ دراصل ایک ایسے معاشرے کی انتہائی تعلیم یافتہ خاتون کا اعتراف ہے، جسے دنیا طویل عرصے سے جدیدیت، آزادی اور ترقی کی علامت سمجھتی رہی ہے، مگر جس کے اندر سے ایک آواز اٹھ کر کہتی ہے کہ عورت کی آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنی حیا، اپنی عزت، اپنے خاندان اور اپنے جذبات کی حفاظت سے دست بردار ہو جائے۔

خط کے اختتام پر وہ مسلمان خواتین کو ایک نہایت معنی خیز مثال دیتی ہیں کہ پاکیزگی ایک ایسی نعمت ہے جسے ضائع ہو جانے کے بعد پہلے جیسی حالت میں واپس لانا آسان نہیں۔ اس لیے عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی پاکیزگی اور عفت کی حفاظت پوری احتیاط سے کرے۔

اور یہی اس پورے خط کا خلاصہ ہے:

اپنی شناخت سے شرمندہ نہ ہوں۔ اپنے پردے کو قید اور حیا کو بوجھ نہ سمجھیں۔ اپنے خاندان کو قید نہ سمجھیں اور آزادی کے ہر دعوے کو اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ آپ سے کیا چھین رہا ہے۔ کیونکہ مغربی عورتیں جس راستے پر چلیں، ضروری نہیں کہ مسلمان عورتیں بھی اُسی راستے پر چلیں۔

وہ آخر میں مسلمان خواتین سے یہی کہتی ہیں:

''اپنی پاکیزگی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، کیونکہ جو چیز ایک بار ضائع ہو جائے، اُسے پہلے جیسا واپس لانا ممکن نہیں ہوتا۔''

میں امید کرتی ہوں کہ میری یہ باتیں اسی جذبے کے ساتھ قبول کی جائیں گی جس جذبے سے میں انہیں لکھ رہی ہوں:

دوستی، احترام اور تحسین کے جذبے کے ساتھ

آپ کی عیسائی بہن کی طرف سے

(نوٹ: خط 7 مارچ 2007 کو تحریر کیا گیا تھا۔ عنوان تھا: A Letter from a Christian to Muslim Women جس وقت دجالی ریاست اسرائیل لبنان پر حملہ آور تھی اور محترمہ جوانا فرانسس اس جنگ کی کوریج کر رہی تھیں۔ وہ لبنانی خواتین کو زخمی ہونے کے باوجود پردے کا خیال کرتے ہوئے دیکھ کر بہت متاثر ہوئی تھیں۔ اس لیے انہوں نے خط کی ابتدا میں انہی خواتین کا ذکر کیا ہے۔ مکمل خط پڑھنے کے لیے لنک حاضر ہے:

https//:islamcompass.com/message-from-the-american-feminist-journalist-joanna-francis-to-muslim-women/#gsc.tab=0

❁❁❁

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن جمال کے مبتدی رفیق محترم اقبال احمد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، گل گشت کے مبتدی رفیق محترم ڈاکٹر قمرالزمان کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-6522996

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم سوفٹ ویئر انجینئر، قد "4.'5، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند کے لیے دیندار، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0302-1729209

☆ لاہور میں رہائش پذیر بلوچ فیملی کو اپنی بیٹی، کنواری، عمر 35 سال، تعلیم ایم۔اے سوشیالوجی، قد "4.'5، رجوع الی القرآن کورس، تجوید ٹیچر، کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-4549940

☆ بیرون ملک مقیم رفیق تنظیم، عمر 56 سال، کو نکاح ثانی کے لیے دینی مزاج رکھنے والی خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ بیوہ یا مطلقہ خاتون بھی قابل قبول ہے۔ عمر ترجیحاً 35 سے 40 سال ہو۔ تنظیم اسلامی سے وابستہ خاتون کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0345-6557217

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

اعتذار

ندائے خلافت کے شمارہ 36، 2026ء (9 تا 15 ربیع الثانی 1448ھ/ 22 تا 28 ستمبر 2026ء) میں 'منبر و محراب' کے ذیل میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے خطاب جمعہ 11 ستمبر 2026ء کی تلخیص میں صفحہ نمبر 7 پر مرحوم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کو سہواً تنظیم اسلامی کا معزز رفیق لکھ دیا گیا تھا۔ مرحوم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب تنظیم اسلامی کے ایک معزز حبیب تھے۔ ادارہ اس سہو پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

عقل مند بادشاہ

یاسر محمود

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایسے ملک کے بارے میں بتاتے ہیں جہاں حکمران بنانے کا طریقہ بہت انوکھا تھا۔ وہ ہر سال کے پہلے دن اپنا بادشاہ بدل لیتے تھے۔ سال کے پہلے دن جو بھی سب سے پہلے ملک کی حدود میں داخل ہوتا تو اُسے نیا بادشاہ بنا لیتے تھے اور موجودہ بادشاہ کو "علاقہ غیر" یعنی ایسی جگہ چھوڑ آتے جہاں صرف سانپ بچھو ہوتے اور کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اگر وہ سانپ بچھوؤں سے کسی نہ کسی طرح بچ جاتا تو بھوک پیاس سے مر جاتا۔ کتنے ہی بادشاہ ایسے ہی ایک سال کی بادشاہی کے بعد اس "علاقہ غیر" میں جا کر مر کھپ گئے۔ چنانچہ جب سال ختم ہوا اور نئے سال کے پہلے دن دُور دراز کے علاقے سے ایک نوجوان اس ملک میں داخل ہوا، لوگوں نے اسے دیکھا تو بادشاہ سلامت، بادشاہ سلامت کے نعرے لگاتے ہوئے اسے ملک میں لے گئے اور بادشاہ کی کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ حیران ہوا اور خوش بھی۔ نوجوان کو جب کچھ سکون ملا تو اس نے پوچھا: مجھ سے پہلے جو بادشاہ تھا اُس کا کیا ہوا؟ درباریوں نے بتایا کہ اس ملک کا قانون ہے کہ سال کے آخر میں اس ملک میں پہلی مرتبہ داخل ہونے والے اجنبی انسان کو ہم صرف ایک سال کے لیے بادشاہ بناتے ہیں اور سال گزرنے کے بعد یہاں سے دور ایسے جنگل میں چھوڑ آتے ہیں جہاں وہ اگر بھوک سے نہ بھی مرے تو وہاں کے سانپ، بچھو اور درندے اُسے مار ڈالتے ہیں اور اس طرح وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

نوجوان نے جب یہ سنا تو بہت خوف زدہ ہوا لیکن پھر خود کو سنبھالتے ہوئے کہا: مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں پر آپ ہر بادشاہ کو ایک سال بعد چھوڑ کر آتے ہیں چنانچہ لوگ اسے وہاں لے گئے اس جگہ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اس نے اپنی ایک سال کی بادشاہت میں اس ملک میں بہت اچھے اچھے کام کیے۔ لوگوں کو ہر طرح کا آرام پہنچایا اور شہر سے لے کر اسی جنگل تک ایک خوب صورت شاہراہ (سڑک) تیار کرائی اور اس کے کناروں پر بہت ساری کھانے پینے کی دکانیں بنوائیں اور دور دراز سے لوگوں کو لا کر یہاں بسا دیا۔ جنگل کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت محل بھی تعمیر کروایا۔ اردگرد مضبوط فصیل بنائی۔ وہ جنگل جسے دیکھ کر لوگوں کو ڈر لگتا تھا اب ایک خوب صورت شہر بن چکا تھا جسے دیکھنے کے لیے لوگ دُور دور سے آنے لگے۔

جب اس کی بادشاہت کا ایک سال مکمل ہوا تو اس نے کہا: مجھے بھی وہاں چھوڑ آؤ جہاں تم لوگ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر آتے تھے۔ تو لوگوں نے کہا: آج سے آپ ہمارے مستقل بادشاہ ہیں۔ ہم وہاں ان بادشاہوں کو چھوڑ کر آتے تھے جو اپنی ایک سال کی بادشاہت کی خوش حال زندگی پا کر بعد کی زندگی کو بھول جاتے تھے کہ انھیں وہاں بھی جانا ہے جہاں کوئی انسان نہیں ہے صرف سانپ بچھوؤں اور درندوں کا ٹھکانہ ہے۔ جبکہ آپ اپنی ایک سالہ بادشاہت میں بعد کی زندگی کو نہیں بُھولے اور اس کے لیے پہلے ہی سے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ آپ عقل مند اور دُور اندیش انسان ہیں۔ اس لیے اب آپ ہی ہمارے بادشاہ رہیں گے۔

پیارے بچو! اس انوکھے ملک کا نام دنیا ہے۔ اور نیا بادشاہ ہم ہیں۔ علاقہ غیر قبر ہے۔ دنیا والے ہمیں قبر تک چھوڑ آئیں گے۔ کیا ہم نے وہاں کے لیے محل، باغات تیار کر لیے ہیں۔ یا دنیا کی چند روزہ زندگی کی عیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ دنیا کی زندگی کی مدت چند سال ہے اور آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ آخرت کی زندگی اُسی شخص کی اچھی رہے گی جو یہاں نیک عمل کرے گا اس کا فائدہ اُسے قبر میں، میدان محشر میں، جنت میں ہر جگہ نظر آئے گا اور اگر دنیا کی زندگی کو اچھا نہ بنایا نیک کام نہ کیے تو اس کے نقصانات قبر، میدان محشر، دوزخ ہر جگہ تکلیف و عذاب کی صورت میں برداشت کرنے ہوں گے۔ عقل مند وہ ہے جو اس تھوڑی سی زندگی کو اچھے کاموں میں گزارے تاکہ بعد کی زندگی جو ہمیشہ کے لیے ہے وہ اچھی اور عمدہ رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین! ❁❁❁

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ) **ضمیمہ (III)**

ایں خیال است و محال است و جنوں!

اُمتِ مسلمہ کے لیے حرمتِ ربا کا حکم اس خطبہ سے سات آٹھ برس قبل ہی غزوۂ اُحد کے موقع پر نازل کردہ سورۂ آل عمران کی آیت 30 کے ذریعے نازل ہو چکا تھا۔ گویا لگ بھگ سات آٹھ برس کا عرصہ درمیان میں ہے جس میں حرمتِ ربا کے ضمن میں اہم ہدایات، تفصیلی احکام اور متبادل انتظامات سامنے لائے جا چکے تھے۔ مختلف اقسام کے باطل و فاسد طریقہ ہائے بیع و شراء کی وضاحت بھی بیان ہو چکی تھی۔ کئی لین دین اور سودے سودی قرار دے کر لوٹائے جا چکے تھے اور مسلمانوں کو اس بارے میں انفرادی طور پر متعدد بار تنبیہی پیرائے میں جھنجوڑا جا چکا تھا۔ اور اب گویا وقت آ چکا تھا کہ ریاستِ اسلامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے پیغمبرِ اسلام ﷺ کی جانب سے سود کے جملہ معاہدات کو null and void قرار دے کر اس استحصالی عنصر کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی جائے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے بعد سے اُمتِ محمدیہ ﷺ میں سودی لین دین کا اسی طرح سے خاتمہ ہو گیا جیسے جزیرہ نمائے عرب سے شرک کا کامل خاتمہ ہوا۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اب اسلام انفرادی معاملات سے آگے بڑھ کر اجتماعیات پر بھی محیط ہو چکا تھا...... ایسا محیط کہ پھر انفرادیت اور اجتماعیت کے مابین من و تو کی قید اور امتیاز ہی باقی نہ رہا۔ بمصداق الفاظِ قرآنی:

﴿اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③﴾ (المائدۃ)

"آج کفار تمہارے دین سے نااُمید ہو گئے خبردار تم اُن سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی رغبت کی بنا پر ایسا نہ کیا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔" (جاری ہے)

بحوالہ: "انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال" از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1623 دن گزر چکے!

اخبارِ اسلام

غزہ اصل صورت حال کیا ہے؟ (بشکریہ فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ میں جنگ بندی کے باوجود انسانی بحران بدستور سنگین ہے۔ جنگ بندی کے 335 دنوں میں طے شدہ امدادی مقدار کا بمشکل ایک تہائی سامان غزہ پہنچ سکا، جبکہ ایندھن کی فراہمی تقریباً 15 فیصد رہی۔ 11 ستمبر کو روزانہ 600 امدادی ٹرکوں کے وعدے کے مقابلے میں صرف 15 ٹرک غزہ میں داخل ہوئے جبکہ ایندھن کا ایک بھی ٹرک نہیں پہنچا۔ فلسطینی وزارت صحت کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے جاری اسرائیلی جارحیت میں شہداء کی مجموعی تعداد 74018 اور زخمیوں کی تعداد 175079 ہو گئی ہے۔ 11 اکتوبر 2025ء کو نافذ ہونے والی جنگ بندی کے بعد بھی 1451 فلسطینی شہید اور 4964 زخمی ہو چکے ہیں، جبکہ 834 شہداء کی لاشیں ملبے سے نکالی جا چکی ہیں۔
- رواں سال کے آغاز سے اب تک تقریباً 30 ہزار یہودی آبادکار 180 مرتبہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر تلمودی رسومات ادا کر چکے ہیں۔ حال ہی میں اسرائیلی قومی سلامتی کے وزیر اِتمار بن گویر نے سینکڑوں یہودی آبادکاروں کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار پر تلمودی عبادات ادا کیں۔ رواں برس مسجد اقصیٰ کو 40 دن تک مکمل بند رکھا گیا، عبادت کے اوقات میں تبدیلیاں کی گئیں اور بعض حصوں کو نمازیوں سے خالی کرانے کی کوشش کی گئی۔
- قطر کے وزیراعظم و وزیر خارجہ شیخ محمد بن عبدالرحمن آل ثانی نے کہا ہے کہ غزہ جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے پر عمل درآمد میں اسرائیلی وزیراعظم نتن یاہو بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسرائیل معاہدے کے تحت ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہا اور غزہ کے 70 فیصد سے زائد رقبے پر اسرائیلی فوج کی موجودگی برقرار ہے۔
- حماس کے رہنما خلیل الحیہ نے کہا ہے کہ تنظیم گزشتہ اکتوبر ایک ایسے روڈ میپ پر اتفاق کر چکی ہے جس میں غزہ جنگ بندی کے پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد فلسطینی ریاست کے قیام تک پیش رفت شامل ہے۔ مجوزہ منصوبے میں ہتھیاروں کا معاملہ بھی شامل ہے اور حماس فلسطینی انتخابات میں قومی اتحاد کے تحت شرکت پر آمادہ ہے۔ ترجمان حازم قاسم نے پارلیمانی انتخابات کے لیے کاغذات نامزدگی کی مدت 13 اکتوبر تک بڑھانے پر فلسطینی اتھارٹی پر انتخابی عمل میں ہیرا پھیری کا الزام عائد کیا ہے۔ واضح رہے کہ محمود عباس نے 9 جولائی کو صدارتی فرمان کے ذریعے 28 نومبر 2026ء کو فلسطینی قانون ساز کونسل کے انتخابات کی تاریخ مقرر کی تھی۔
- شمالی لبنان کے مہاجر کیمپ نہر البارد میں ہزاروں فلسطینی پناہ گزینوں نے "شہداء سے وفا کا تہوار" میں شرکت کی، جس میں شہداء کے اہل خانہ، فلسطینی دھڑوں اور لبنانی جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے۔
- ناجائز ریاست اسرائیل کے وزیراعظم نتن یاہو نے خفیہ دورے کے دوران ابوظہبی میں صدر محمد بن زاید سے تنہائی میں ملاقات کی۔ یہ دورہ اسرائیلی انتخابات سے تقریباً ایک ماہ قبل سامنے آیا ہے۔ قبل ازیں اسرائیلی اخبار "ہارٹز" نے دعویٰ کیا تھا کہ 7 اکتوبر کے واقعات سے قبل محمد بن زاید نے نتن یاہو کو حماس کے ممکنہ حملے کے بارے میں خبردار کیا تھا، تاہم نتن یاہو کے دفتر نے اس رپورٹ کو جھوٹ قرار دیا تھا۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **ایران: مذاکرات کی پیشکش اور ممکنہ امریکی حملے کا انتباہ:** ایرانی مسلح افواج کے ترجمان ابوالفضل شکارچی نے خبردار کیا ہے کہ آبنائے ہرمز میں امریکی مداخلت کی صورت میں ایران جدید عسکری ٹیکنالوجی کے ذریعے سخت جواب دے گا۔ پاسداران انقلاب کی بحریہ نے امریکی بغیر پائلٹ آبدوز "ریموس 600" قبضے میں لینے کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے ڈیٹا کا جائزہ لیا جائے گا۔ وزیر خارجہ عباس عراقچی کے مطابق تہران نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے موقع پر قطر کے ذریعے واشنگٹن کو امن تجویز بھیجی، جس میں جنگ کے خاتمے، منجمد اثاثوں اور رقوم کی واپسی سمیت دیگر مطالبات شامل ہیں، تاہم امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اسے مسترد کر دیا۔ عراقچی نے کہا کہ ایران مذاکرات کے لیے بھی اتنا ہی تیار ہے جتنا مقابلے کے لیے۔ ایرانی فوج کے سربراہ میجر جنرل امیر حاتمی نے جنگ کو اہم اور فیصلہ کن مرحلے میں قرار دیتے ہوئے مزید ممکنہ حملوں کے لیے تیاری کی ہدایت کی، جبکہ صدر مسعود پزشکیان نے کہا کہ ایران دباؤ اور دھمکیوں کے سامنے نہیں جھکے گا اور آبنائے ہرمز کا معاملہ مذاکرات کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے۔
- **اقوام متحدہ:** ناجائز ریاست اسرائیل کے وزیراعظم نتن یاہو کی جنرل اسمبلی میں تقریر کے وقت 77 ممالک کے وفود واک آؤٹ کر کے چلے گئے جس میں مسلم ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک بھی شامل ہے تاہم ضمیر فروش بحرین، مراکش اور متحدہ عرب امارات کے نمائندگان ہال میں موجود رہے۔
- **بھارت: 600 سالہ شاہی مسجد کے تحفظ کے لیے مسجد میں دھرنا:** ریاست مدھیہ پردیش کے شہر اجین میں 600 سالہ تاریخی شاہی مسجد کو سڑک کی توسیع کے منصوبے سے بچانے کے لیے مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ مقامی مسلمانوں نے دھرنا دیا۔ مودی انتظامیہ نے 2028ء کے ہندو مذہبی میلے "سمہاستھا کمبھ" سے قبل سڑک کشادہ کرنے کے لیے مسجد کے ایک حصے کو مسمار کرنے کے لیے نشان زد کیا تھا۔ پولیس اور انتظامیہ کی جانب سے بلڈوزر لائے جانے پر مسلمانوں اور پولیس کے درمیان جھڑپیں ہوئیں، پولیس نے لاٹھی چارج اور شیلنگ کی۔ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔
- **صومالیہ: کارگو شپ پر آپریشن، 5 یرغمالی جاں بحق:** قزاقوں کے ہاتھوں 21 اپریل سے ہائی جیک کیے گئے کارگو جہاز آنر 25 اور عملے کی بازیابی کے لیے فورسز کی جانب سے آپریشن کیا گیا جس میں 5 یرغمالی مارے گئے جبکہ فورسز نے جہاز پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ جاں بحق ہونے والوں میں 3 پاکستانی شامل ہیں۔
- **چیچنیا: رمضان قادروف پانچویں مرتبہ سربراہ منتخب:** روس کے مسلم اکثریتی خطے چیچنیا میں رمضان قادروف 99.85 فیصد ووٹ لے کر پانچویں مرتبہ سربراہ منتخب ہو گئے۔ روسی الیکشن کمیشن کے مطابق ان کے دونوں حریفوں کو 0.05، 0.05 فیصد ووٹ ملے۔ قادروف 2007ء سے چیچنیا کی قیادت کر رہے ہیں اور موجودہ نتیجہ 2021ء میں حاصل کیے گئے 99.73 فیصد ووٹوں سے بھی زیادہ ہے۔
- **ملائیشیا: مہاتیر محمد کی اہلیہ انتقال کر گئیں:** ملائیشیا کے طویل عرصے تک وزیراعظم رہنے والے مہاتیر محمد کی اہلیہ سیتی حسمہ محمد علی 100 برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ ان کے انتقال کی تصدیق مہاتیر محمد کے دفتر نے کی۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
KLINIT
Multi Action
Power Magic
Detergent Powder
DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN
میرا با اعتماد
انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
TWO in ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.38

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS

Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi - 74200

+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313
info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com

your Health our Devotion